۸ رکعات تراویح کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ

مصنف محمد نعیم اللہ خان قادری بی ایس سی۔ بی ایڈ

ایم اے۔ اُردو۔ پنجابی۔ تاریخ

باہتمام: خالد محمود عطاری

اس کتاب میں مقدمے باز عبدالرشید انصاری صاحب اور دیگر تمام مقلدین کے ۸ رکعت تراویح کے دلائل کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔ عبدالرشید انصاری صاحب کا بذریعہ خط و کتابت ہمارے دلائل سے عاجز آجانا بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ۸ رکعت تراویح پوری دنیا میں صرف ہندوستانی غیر مقلدین کا عمل ہے۔ ہمارے دلائل سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ غیر مقلدین کی انتشار پسند طبیعت ہے کہ وہ امت مسلمہ سے ہٹ کر موقف رکھتے ہیں۔

مکتبہ فیضان اولیاء جامع مسجد عمر روڈ کامونکے

فون 0431-2266

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں حاصل کرنے کیلئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

نام کتاب ـــــــــــ ۸رکعات تراویح کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ

مصنف ـــــــــــ محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ

ایم اے اُردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر ـــــــــــ مکتبہ فیضان اولیاء

جامع مسجد عمر روڈ (رضی اللہ عنہ) کاموکے

ضلع گوجرانوالہ۔ فون: 0435-2266

کمپوزنگ ـــــــــــ غوثیہ کمپوزنگ سنٹر

فون: PP.042-6654058

باراوّل ـــــــــــ

قیمت ـــــــــــ 80/ روپے

﴿کتاب ملنے کے پتے﴾

● سنی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ● ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ● پرگریسو بکس لاہور

● شبیر برادرز لاہور ● اسلام بکڈ پو لاہور ● رضا ورائٹی لاہور ● مکتبہ نبویہ لاہور ● مسلم کتابوی لاہور۔

● مکتبہ قادریہ گوجرانوالہ ● مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ ● فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

غیر مقلد مقدمے باز:

عبدالرشید انصاری صاحب نے اپنی عادت کے مطابق ہمیں اپنی کتابیں برائے تبصرہ بھیجیں۔ اور ہمارے تبصرہ وتنقید کے وعدہ کرنے پر ایک مہینہ کے اندر اندر تین چار دفعہ یاددہانی کے خطوط لکھ بھیجے۔ ہم نے جب تبصرہ کر کے بھیجا تو ایک سال سے زائد عرصہ تک خاموشی اختیار کئے رکھی یہ اسکا ہمارے اعتراضات سے عاجز آجانے کی واضح دلیل ہے۔ جب کہیں دوسری طرف سے جن کو عبدالرشید انصاری اس طرح تنگ کر رہا تھا ہمارے اعتراضات کے جوابات کا مطالبہ ہوا تو ایک سال کے بعد سوالات کے جوابات دینے کیلئے حق خدمت کا مطالبہ کر دیا۔ جیسا کہ کتاب کے اندر اس کے خط اور ہمارے جواب سے واضح ہے۔

ہم نے محسوس کیا کہ عبدالرشید انصاری کوئی حق کا طالب نہیں بلکہ انتشار پسند کٹر وہابی ہے۔ اور اسے اپنی جماعت کیطرف سے حمایت بھی حاصل ہے۔ اسلئے ہم نے اس مسئلہ کو کتابی صورت میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا تا کہ عبدالرشید انصاری جن دوسرے لوگوں کو تنگ کر رہا ہے۔ وہ بھی اسے جواب دے کر ان کی جہالتوں کو بے نقاب کر سکیں۔

ہم کوشش کریں گے ۲۰ رکعت تراویح کیطرح غیر مقلدین کے دوسرے پُر

تشدد مسئلوں پر بھی وقتاً فوقتاً اچھا تحقیقی مواد پیش کریں۔ تاکہ حق واضح ہو جائے۔

اب عبدالرشید انصاری کی کتب کے جواب میں ہمارا تبصرہ و تنقید مطالعہ فرمائیں۔ تفصیلی جوابات عبدالرشید انصاری کے دوسرے خط کے جواب کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ آپ پر ۸ رکعت تراویح کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔
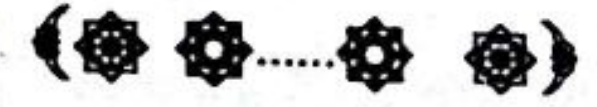
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

جناب عبدالرشید انصاری صاحب!

آپ کی درجن بھر کتب اور اشتہار برائے تبصرہ، تنقید اور رائے معلوم کرنے کیلئے موصول ہوئی ہیں۔

میرے جیسے ایک انسان کو اس پُرفتن دور میں مسائل دنیا اور مسائل روزگار سے ہی فرصت نہیں ہے لیکن پھر بھی اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کر آپ کی کتب کا وقتاً فوقتاً مطالعہ کرکے گاہے بگاہے اپنی رائے آپ کو ارسال کرتا رہوں گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہم سب کو راہ ہدایت عطا فرمائے۔

والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب عبدالرشید انصاری صاحب

جب آپکی کتب موصول ہوئیں تو میں نے یہی سمجھا تھا کہ یہ کوئی وہابی تبلیغی سلسلہ ہے۔ کیونکہ وہابی حضرات سنیوں کو گمراہ کرنے کیلئے طرح طرح کے حیلے بہانے کرتے رہتے ہیں۔ جناب عبدالرشید انصاری صاحب! میں نے اپنے مسائل اور عدم فرصتی سے آگاہ کیا۔ لیکن آپ نے اپنی ہٹ دھرمی اور دوسروں کو جان بوجھ کر تنگ کرنے کی عادت سے مجبور ہو کر ایک مہینے کے اندر ہی کئی دفعہ یاد دہانی کے خطوط بھی بھیج دیئے۔ میں صبح کام پر جاتا ہوں، رات گئے آتا ہوں۔ اتنی جلدی کسی کتاب پر بھی تبصرہ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن آپ ہیں کہ صبر کا آپ کے پاس سے گزر بھی نہیں ہوا۔ میں کوئی عالم فاضل، فارغ التحصیل مولوی تو ہوں نہیں کہ مجھے ہر مسئلہ ازبر ہو۔ اور آپکی شر پسندی کا اتنی جلدی نوٹس لے لیتا۔ آپ نے جتنے بھی مسائل پر کتب وغیرہ تحریر کی ہیں۔ ان سب کے پیچھے تحقیق حق نہیں۔ بلکہ شر پسندی اور شہرت و ناموری کا جذبہ کارفرما ہے۔ تمام کتب میں تقریباً ایک جیسا طریقہ کار اور ایک جیسا مواد اور اکتا دینے والی یکسانیت ہی نظر آتی ہے۔ اب میں اصل پہلو کی طرف آتا ہوں۔ آپکو "سلام علیٰ من اتبع الہدیٰ" (ترجمہ: سلام ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے) لکھنے تکلیف ہوئی ہے۔ کہ یہ دعوت حضور نبی کریم ﷺ نے کفار کو دی تھی آپ سے یہ سوال ہے کہ جو کچھ عمل آپ ﷺ نے کفار سے کیا۔ کیا وہ کفار کے لیے ہے۔ کیا تعلیمات نبوی کو کفار تک ہی سمجھتے ہوئے ترک کر دینا چاہیئے۔ اور آپ

پوچھتے ہیں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم ہدایت پر نہیں یہ تو ہماری اور آپکی جنگ ہے۔ وہابیت کے متعلق واضح ارشادات نبوی ﷺ موجود ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شیطان کے چیلے ہیں شیطان نے انکو گمراہ کیا ہوا ہے۔ یہ انبیاء کرام کو طاغوت ثابت کرتے ہیں۔ مکتبہ رضائے مصطفےٰ (ﷺ) سے "الدعوۃ کی نقاب کشائی پڑھو"۔ انبیاء کرام و اولیاء کرام کو من دون اللہ ثابت کرتے ہیں۔ شرک کے موضوع پر اپنی درجنوں کتابیں پڑھو جن میں من دو ن اللّٰہ والی آیات کو انبیاء کرام اولیاء کرام کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ طاغوت تو شیطان اور اس کے چیلے ہیں۔ اور من دون اللہ جہنم میں جائیں گے کیا انبیاء کرام اور اولیاء کرام بھی جہنم میں جائیں گے؟

ہم تم کو رفع یدین، آٹھ تراویح، آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام کے مختلف فیہ مسئلوں کی وجہ سے گمراہ نہیں سمجھتے بلکہ اسکی بنیادی وجہ تمہارا انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی توہین کرنا ہے۔ اور توحید کے جوش میں انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی گستاخیاں کرنا ہے۔ جسکا حالیہ ثبوت کامونکی میں توہین رسالت علیہ السلام کا ارتکاب کرنا اور 295C کا لگنا اور گواہوں کی موجودگی میں معافی نامہ لکھ کر دینا ہے۔ اور پولیس کے جبری معاہدی کی خلافت ورزی کی بنیاد پر ہی مولوی حنیف ربانی کو جیل کی ہوا کھانا پڑی۔ اور تمہاری گمراہی کا ثبوت تمہارا اپنے جدامجد مولوی اسمٰعیل دہلوی کی "تقویۃ الایمان" پر صدق دل سے ایمان لانا ہے اسکی ستر کفریہ عبارات کو بدلائل، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے "الکوکبۃ الشھابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ" میں

ثابت کیا ہے۔تقریباً 100 سال کا عرصہ ہوا۔تمہاری پوری وہابیت اس قرض کو نہیں
اتار سکی اب تم اسکی ہر کفریہ عبارت کو تسلیم کرنے سے انکار کرو اور اسکی ہر دلیل کا رد
کرو!! یہ جو تم نے اپنی کتاب جاءالحق کے لئے علیحدہ صفحہ پر دوسری کتابوں سے ہٹ
کر تبصرہ وتنقید کے لئے لکھا ہے۔ یہ تمہاری دوسروں کو مشرک بنانے والی صفت کا
خاصہ ہے۔ میرے خیال میں یہ آدھی کتاب تمہارے وہابیوں کی تحریف قرآن و
حدیث اور اس موضوع پر ہٹ دھرمی کا پلندا ہے۔ اور اگر اس پر تبصرہ وتنقید کروانا
ضروری سمجھتے ہو تو میری مطلوبہ کتب میں سے اپنے وہابیوں کی تفسیریں بشمول
تفسیر ابن کثیر کا وہابی ترجمہ، دیوبندیوں کی دو یا تین تفسیریں اور وہابیوں کے امام
وجد امجد محمد بن عبدالوہاب نجدی (لاکھوں مسلمانوں کا قاتل) کی توحید کی کتاب کی
شرح ہدیۃ المستفید اور ابن قیم کی اعلام الموقعین ارسال کر دیں۔

کیونکہ میں عالم نہیں اس لیے کتب کے بغیر تبصرہ وتنقید سے معذور ہوں۔

آپ نے اپنے خط میں وہابیوں کو ستانے پر سچی توبہ کرنے کی تلقین کی ہے۔ اور
لکھا ہے کہ اگر میں نے نادانی میں ایسا کیا ہے تو پھر توبہ کروں ورنہ........اور یہ
تلقین اسطرح کی کہ آپ نے پہلے خط میں تبصرہ کتب کا اظہار فرمایا۔ دوسرے میں
بھی تبصرہ کتب، جب تبصرہ کتب پر اظہار رضامندی ظاہر کی تو حنیف ربانی پر جو معاہدہ
کی خلاف ورزی کرنے پر پرچہ کروایا گیا تھا۔ اس کا کھل کر اظہار فرمایا دیا کہ میرا
اصل مدعا تو یہ ہے۔ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ پرچہ جھوٹا ہے؟ کیا مولوی حنیف ربانی
نے S.S.P کے سامنے اس کا اقرار نہیں کیا؟ کیا عدالت میں وہ اپنی تقریر سے

منحرف ہو گیا؟ اگر پرچہ جھوٹا تھا تو وہابیوں کو ضمانت کروانے کی ضرورت پیش کیوں
آئی؟ اور آپ جیسے پیشہ ور ہمدرد وہابیت کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت کیوں
پیش آئی؟ جو ہٹ دھرمی اور خط وکتابت سے ہر کتاب میں ایک جیسا مواد اکٹھا کرتا
رہتا ہے اور اپنی کتابوں کے صفحات گن گن کر خوش ہوتا رہتا ہے۔ کہ میں نے اتنے
صفحات لکھے ہیں! خود تمہارے مولوی تمہارے صفحوں کی رٹ سے عاجز آ گئے ہیں۔
جسکا ثبوت تمہاری یحییٰ گوندلوی سے خط وکتابت ہے۔ ان کتب سے تم نے کون سی
خدمت اسلام کی ہے۔ یہ صرف خدمت وہابیت ہے انتشار پسندی ہے اور ذاتی مفاد
کے حصول کے لیے کاغذی اور لفظی ہیر پھیر ہے اور پھر مجھے تم یہ بتاؤ کہ تم کون ہوتے
ہو۔ اس قسم کے مقدمہ کا فیصلہ کرنے والے! قتل و رشوت وغیرہ کی آیات کا اس
مقدمہ سے تعلق ثابت کرو فضول کاغذی جمع بندی کرتے رہتے ہو تا کہ ایک نئی کتاب
بن جائے۔ فیصلے کے جو طریقے تم اپنی کتابوں میں لکھتے ہو۔ اس میں حکومتی طریقہ
کار بھی ہے۔ جو کیس حکومتی طریقہ کار سے اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ تو تم
کون ہوتے ہو کہ اس میں دخل اندازی کرو۔ چند کتب پر تبصرہ بھی روانہ کر دوں۔
کیونکہ میں نے پہلے خط میں ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اسکی پاس داری مجھے عزیز ہے۔ چونکہ
میں عالم نہیں اس لیئے تبصرہ بھی اپنے انداز میں کروں گا۔ بیس رکعت تراویح پر مفتی
محمد عبدالمجید خان سعیدی رضوی کی ضخیم کتاب الضربات القاہرہ "المعروف پوسٹ
مارٹم" کا مطالعہ کریں۔ تم پر اس فروعی مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور اسکے علاوہ
مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ سے ایک چھوٹا رسالہ "20 تراویح پر 20 احادیث

اور منکرین پر 20 اعتراضات کا مطالعہ کرو۔ اور ان اعتراضات کے جوابات پر غور وفکر کرو۔ میں اپنی عقل کے مطابق عقلی سوالات کرتا ہوں۔ مجھے ان کے جوابات درکار ہیں۔ بحوالہ جواب دینا۔

(۱) تراویح کا باقاعدہ آغاز خلفاء راشدین کے زمانے میں ہوا تھا۔ (حضرت عمر فاروق ﷛) یہ بتاؤ کہ خلفائے راشدین کے دور میں کس کس علاقہ میں آٹھ رکعت تراویح ادا کی جاتی تھی؟ (حضرت عمر ﷛ کے دور کے چند ابتدائی ایام مستثنیٰ ہیں)

(۲) خلفاء راشدین میں سے کس کس نے آٹھ رکعت باقاعدگی سے سارا رمضان ادا کی تھی؟

(۳) اُموی دور حکومت میں کس کس علاقہ اور شہر میں آٹھ رکعت تراویح ادا کی جاتی تھیں؟

(۴) عباسی دور میں کس شہر اور کس علاقہ میں 8 رکعت تراویح ادا کیجاتی تھی؟

(۵) سلطنت عثمانیہ کے دور میں کس شہر اور کس علاقہ میں 8 رکعت تراویح ادا کیجاتی تھی؟

(۶) کیا انڈین وہابیوں کے ظہور بے نور سے پہلے 8 رکعت تراویح پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے؟

(۷) تمہاری سر پرست اعلیٰ، حکومت سعودیہ میں کتنی رکعت تراویح ادا کیجاتی

ہیں؟

(۸) کیا جو 20 رکعت تراویح ادا کرتا ہے، اسکی 20 رکعت تراویح مردود ہے؟ اور کیا وہ راہِ راست سے بھٹکا ہوا ہے؟

(۹) کیا ہمارے کسی مستند عالم دین نے تمہارے وہابیوں پر کبھی یہ فتویٰ جاری کیا، کہ تم 8 رکعت تراویح ادا کرتے ہو اسلیئے تم مسلمان نہیں رہے۔ تمہاری 8 رکعت تراویح ادا ہی نہیں ہوئیں؟

(۱۰) ہم پر یہ فتویٰ جاری کرو جو کہ تمہارے جید علمائے کرام سے مصدقہ ہو کہ 20 رکعت تراویح ادا کرنے والے گمراہ اور بدعتی ہیں۔ انکی 20 رکعت تراویح قبول ہی نہیں!!

(۱۱) نماز تہجد حضور نبی کریم ﷺ پر بحکم قرآنی فرض کا درجہ رکھتی تھی۔ کیا تراویح بھی فرض ہے؟ کیا رمضان میں فرض نماز نفل ہوجاتی تھی؟

(۱۲) کیا رمضان کے علاوہ بھی حضور نبی کریم ﷺ تراویح ادا کیا کرتے تھے؟ کیا رمضان کی راتوں کے علاوہ انہوں نے قیام اللیل کی اتنی ہی تاکید فرمائی ہے؟

(۱۳) رمضان میں تمہاری مساجد میں بھی تراویح میں ختم قرآن کیا جاتا ہے، یہ بدعت کس کی ایجاد ہے؟ اور تم اس پر عمل کیوں کرتے ہو؟

(۱۴) یہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت ادا کرنے کی حدیث سے 8 تراویح ادا کرنے کا ثبوت دیتے ہو۔ کیا رمضان کے علاوہ بھی سارا سال 3 رکعت وتر پر عمل کرتے ہو؟

(۱۵) اجماع امت کی تمہارے وہابیوں میں کیا حیثیت ہے؟ اجماع امت کے مخالفین کا کیا حکم ہے؟

(۱۶) ابن تیمیہ پر 20 رکعت تراویح ادا کرنے پر کیا حکم لاگو کروگے؟

(۱۷) جو حنفی عالم کہے کہ تراویح 8 رکعت رسول اللہ ﷺ نے پڑھائیں۔ اس حنفی عالم کے لئے ثابت کرو کہ اجماع امت سے ہٹ کر 8 رکعت تراویح ادا کرتا رہا ہے اور بیس رکعت تراویح پر اس کا عمل نہیں تھا؟

(۱۸) چلو فرض کیا حضور نبی کریم ﷺ نے 8 رکعت تراویح پڑھائیں۔ تو تم بھی اہل حدیث ہونے کی بنیاد پر 3 دن 8 رکعت تراویح پر عمل کیا کرو اور باقی دن 20 رکعت تراویح پڑھا کرو۔ اور تین دن مسجد میں پڑھا کرو اور باقی دونوں میں گھروں میں اپنی بیویوں کے پاس پڑھا کرو۔ تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث پر عمل تو ہو جائے!!! اور اگر سارا رمضان ادا کرنا ہے تو پھر اس طریقہ پر عمل کرو جس پر امت کی اکثریت عامل ہے۔ اور اگر اس سنت پر عمل کرنا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کے مطابق سارا سال ادا کیا کرو اور 11 رکعت ہی ادا کیا کرو!!

(۱۹) ساری دنیا میں تقریباً 98% فیصد مسلمان جو 20 رکعت ادا کرتے ہیں ان کے متعلق تمہارا کیا حکم ہے؟

(۲۰) حضرت عمر فاروق ؓ اگر حق مہر کے مسئلہ میں خطا کریں تو ایک عورت ان کو اس سے آگاہ کرے اور وہ فوراً رجوع کرلیں (ابن کثیر ص ۹۵) کیا صحابہ کرام

میں کوئی بھی اس عورت جتنی بھی اہلیت نہیں رکھتا تھا کہ حضرت عمر ؓ کو آگاہ کرتا کہ 20 رکعت تراویح خلاف سنت ہے، اگر بالفرض حضرت عمر ؓ نے کسی کی بات تسلیم نہ کی تو کوئی ثبوت پیش کرو۔ صحابہ کرام سے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مسلسل خلاف سنت کام کرتے رہے؟ کیا حضرت عمر ؓ کے ڈر سے ایسا کرتے رہے؟ چلو ایسا ہی سمجھ لو، کیا حضرت عثمان غنی ؓ کے دور میں بھی ڈرتے رہے؟

(۲۱) اگر تم موطا امام مالک کی حدیث پیش کرتے ہو تو وہ بھی موثر نہ ہوگی کیونکہ تم یہ ثابت کرنے سے عاجز ہو کہ امام مالک کا اس آٹھ رکعت تراویح والی حدیث پر عمل تھا۔ جب حدیث پیش کرنے والا خود اس پر عمل نہیں کر رہا تو پھر لازماً اس کے عمل کو ترجیح دی جائے گی۔

امام مالک نے تو اس آٹھ رکعت تراویح کی حدیث کے ساتھ ہی 20 رکعت تراویح کی حدیث بھی پیش کی ہے۔ اور اس 8 والی کے بعد پیش کی تاکہ پتہ چلے کہ 20 رکعت والی پر عمل درست ہے۔

(۲۲) چلو فرض کیا کہ روز حساب 20 رکعت تراویح ہی درست ثابت ہوتی ہے تو پھر تو ہمارا عمل سنت نبی کریم وسنت صحابہ کرام کے مطابق ٹھہرا اور تمہاری پکڑ ہوگی۔ اور اگر 8 رکعت تراویح درست نکلتی ہے۔ تو پھر ہم تو پھر بھی بچ جائیں گے۔ کیونکہ ہماری 8 تو ----------------

ادا ہو ہی رہی ہیں۔ اور ہمارے عمل کو اجماع امت سے مزید تقویت پہنچتی ہے۔ اور جس کو مسلمان اچھا سمجھیں اور جس پر کثیر امت عامل ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا

ہے۔المختصر ہم اہلِ سنّت و جماعت کا عمل ہی بہتر ہے۔

(۲۳) مولوی غلام رسول قلعہ والے، جب ان کو تمہارے اس 8 رکعت تراویح کے پتہ چلنے پر اس کا رد فرمایا اس وقت تک تمہارے وہابیوں کا بھی اس 8 رکعت پر عمل نہیں تھا۔ ان مولوی صاحب اور دوسرے تمام وہابیوں کا جو 8 رکعت تراویح ادا کرنے سے پہلے 20 رکعت تراویح ادا کرتے ان پر کیا حکم لاگو کرو گے اور تمہارے بڑے عالموں میں نواب صدیق حسن خان بھوپالی بھی 20 رکعت تراویح پر ہی عمل کرتے تھے ان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ میں ایک بار پھر کہوں گا کہ میں کوئی عالم نہیں۔ اگر کوئی ایسی بات لکھوں جو ہمارے جمہور علماء کے خلاف ہو تو اسے میری کم علمی سمجھنا اس پر اہلِ سنّت و جماعت پر طعن وتنقید کے تیر نہ برسانے لگ جانا۔ تم سے اور تمہاری جماعت سے امید اسی بات کی ہے کہ تم باز نہیں آؤ گے اور اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے اوچھی حرکتیں کرو گے اور اصلاح طلب پہلو پر غور نہیں کرو گے اور مزید انتشار و فرقہ بندی کا ہی باعث بنو گے۔

بہت سے دوسرے فروعی مسائل کی طرح رفع یدین کا مسئلہ بھی اختلافی نوعیت کا ہے۔ ہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور انکے مقلدین کو اہل سنت و جماعت میں سے شمار کرتے ہیں۔ فروعی مسائل میں اختلاف ایک علمی اختلاف ہے۔ ہم اس سے ذاتیات پر حملہ آور نہیں ہوتے۔ کفر و شرک کے فتوے لگانے نہیں لگ جاتے۔

رفع یدین کے مسئلہ پر وہابیوں اور سنیوں میں مناظرے ہو چکے ہیں۔

علامہ عبدالکریم صاحب ـــــــــــــــ نقشبندی شیخوپوری سے اور علامہ عباس رضوی سے اس موضوع پر مناظرے "مکتبہ رضائے مصطفےٰ" سے مل جاتے ہیں ان کو سنو۔

ابھی چند ماہ پہلے علامہ عباس رضوی نے "غیر مقلدین سے چند سوالات" اشتہار شائع کیا۔ تمہاری پوری وہابی جماعت اس کے واضح جوابات دینے سے عاجز ہے۔ جن ایک دو نے طبع آزمائی کی تو اس کا رد علامہ عباس رضوی نے "ڈھول کا پول" میں کر دیا ہوا ہے۔ تمہاری وساطت سے بھی ایک جواب ہوا۔ بعد میں خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ رفع یدین پر علامہ عباس رضوی کی ضخیم کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس کا مطالعہ کرو۔

میں حدیثوں کے حوالے پیش کرنے اور جرح وتنقید کی بجائے چند سوالات پوچھنے پسند کروں گا۔

(۱) کیا رفع یدین کرنے کی کوئی قولی حدیث ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ رفع یدین کرو ورنہ نماز نہیں نہ کرنے کی تو قولی حدیث بھی ملتی ہے۔ قولی اور فعلی حدیث میں سے قوی کون سی ہوتی ہے۔

کیا قولی حدیث فعلی حدیث سے قوی نہیں؟ اسکی مثال اس طرح سے ہے کہ دو چشم دید گواہ ہوں اور سینکڑوں مستند گواہ لیکن چشم دید نہ ہوں کیا وہ دو گواہ زیادہ فوقیت نہیں رکھتے؟

(۲) کیا ہم نے کبھی یہ اعتراض کیا کہ رفع یدین کی تمام احادیث صحیح نہیں، غلط

ہیں؟

(۳) کیا امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مقلدین جب رفع یدین کرتے تو حنفی حضرات ان پر فتویٰ جاری کرتے کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی ؟

(۴) کیا امام شافعی اور امام احمد بن حنبل یا کسی دوسرے بڑے امام نے یہ فتویٰ جاری ---------------- کیا کہ کیونکہ حنفی رفع یدین نہیں کرتے اسلئے ان کی نماز ہی نہیں ہوئی ؟

(۵) کیا تم یا تمہاری وہابی جماعت اپنے مستند علماء کیطرف سے یہ فتویٰ جاری کر سکتی ہے کہ جو رفع یدین نہ کرے اسکی نماز نہیں ہوتی ؟

(۶) کیا "بخاری شریف" کی تمام احادیث غیر منسوخ ہیں؟ کیا صحیح حدیث یا احادیث منسوخ نہیں ہوسکتیں ؟ اگر نہیں تو کیا "بخاری شریف" قرآن مجید سے افضل ہے کیونکہ قرآن مجید میں تو بہت سی آیات منسوخ ہیں۔

(۷) جب مسئلہ ناسخ اور منسوخ کا ہو تو پھر کس پر عمل ہوگا۔ ناسخ پر یا منسوخ پر؟ اگر ناسخ پر تو پھر یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ انکی تعداد منسوخ صحیح احادیث کے مقابلے میں کم ہے۔

(۸) اگر تمہارے نزدیک رفع یدین منسوخ نہیں تو پھر رفع یدین کے دوسرے مواقع مثلاً دونوں سجدوں کے درمیان دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع وغیرہ کی احادیث کس دلیل کی بنا پر منسوخ ہوگئیں؟

(۹) کیا تقریباً ستر، اسّی فیصد مسلمان جو حنفی ہیں جو رفع یدین نہیں کرتے انکی

نمازیں ضائع ہیں؟ کیا انکی نمازیں نہیں ہوتیں؟

(۱۰) کیا اکثریت کو گمراہ بنانے سے بہتر نہیں کہ تم اپنی زبانیں اس مسئلہ میں اعتدال پر کھولو۔ شدت پسندی چھوڑ دو۔

(۱۱) کیا نماز میں رفع یدین فرض ہے۔ واجب ہے۔ سنت ہے۔ مستحب ہے مباح ہے۔ کیا ہے؟ ثابت کرو اور اسکے دلائل دو یہ کہ واجب ہے تو واجب ہونے کے لئے کیا کیا شرائط ہیں۔ سنت ہے تو کس طرح کی سنت ہے اور اس کے لئے علماء کرام نے کیا شرائط ---------------- رکھی ہیں۔ اور مستحب ہے۔ تو اگر کوئی مستحب پر عمل نہ کرنے تو اس سے نماز میں کیا فرق آتا ہے۔

(۱۲) مسواک کیلئے تو حضور نبی کریم ﷺ تاکید فرمائیں۔ اس کے متعلق تو احادیث ملیں۔ کیا جو ہر نماز کے ساتھ مسواک نہیں کرتا اسکی نماز نہیں؟ کیا رفع یدین کی اہمیت مسواک کرنے سے زیادہ ہے؟ اگر زیادہ ہے تو اس پر قولی احادیث پیش کرو۔

(۱۳) مختلف صحابہ کرام جو مختلف طریقوں سے رفع یدین کرتے تھے ان کے متعلق تمہارا کیا حکم ہے اور بہت سے صحابہ کرام جو رفع یدین بالکل نہیں کرتے تھے انکے متعلق تمہارا کیا حکم۔ امام ترمذی خود فرماتے ہیں کہ اس پر کن کا عمل ہے۔

(۱۴) تمہارے وہابی علماء کرام جو رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں ان کے متعلق تمہارا کیا حکم ہے؟

(۱۵) حضور نبی کریم ﷺ کے ایک فرمان جسکا مفہوم یہ ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کسی کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گئے۔ وہ صحابہ کرام جو رفع یدین کرتے تھے۔اور جو نہیں کرتے تھے ان میں کون ہدایت پر تھا اور کون گمراہی پر؟

کیا وہ صحابہ کرام جو رفع یدین نہیں کرتے تھے وہ حضور نبی کریم ﷺ کے طریقہ (سنت) کے تارک اور مخالف تھے۔ان کے متعلق تمہارا کیا حکم ہے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب عورتوں کے مسجدوں میں نماز پڑھنے پر پابندی عائد کی تو اسکی تصدیق حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی کی کہ یہ فیصلہ درست ہے کیا اب تمہاری عورتیں جب عیدگاہ میں نماز ادا کرنے کیلئے یا دوسری نمازیں مسجدوں ـــــــــــــــــــــــــــ میں ادا کرنے کیلئے جاتی ہیں تو کیا وہ اس کی خلاف ورزی نہیں کر رہی ہوتیں؟ تم خود کو بڑے مجتہد سمجھتے ہو اسی لئے اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے؟

اچھا کیا وہ چادریں لٹکا کر جاتی ہیں؟ کیا انکی صرف آنکھ پردہ سے باہر کھلی ہوتی ہے؟ کیا انکی زیب وزینت ظاہر نہیں ہو رہی ہوتی؟ کیا وہ اجنبی مردوں کو دیکھ نہیں رہی ہوتیں؟ کیا آتے جاتے نظریں چار نہیں ہوتیں؟ کیا ذہنوں میں ہلچل پیدا نہیں ہوتی؟

کیا موجودہ دور میں برقعہ تک پہنی ہوئی عورتوں کو تنگ نہیں کیا جارہا؟ کیا موجودہ دور کے مرد اور نوجوان ان کو شہوت بھری نظروں سے نہیں دیکھ رہے ہوتے؟

کیا زیورات کی نمائش نہیں کی جاتی؟ کیا عورتیں عطر اور خوشبوئیں نہیں لگاتیں؟ کیا نسوانی ابھاروں کو واضح نہیں کیا جارہا ہوتا؟ کچھ تو بتاؤ موجودہ دور کے مجتہدو! کیا وہ فتویٰ درست تھا کہ نہیں؟ کیا اسکی تصدیق کرنے والی اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حق پر تھیں یا نہیں؟

یہ جو تم پاؤں سے پاؤں ملانے کیلئے تقریباً دو دو فٹ ٹانگیں چوڑی کرتے ہو۔کیا اس سے تم اپنی کم عقلی کا ثبوت نہیں دیتے ہو؟

کیا یہ تمھارے وہابیوں کی اجتہادی غلطی نہیں ہے؟

اگر کوئی چھ سوا چھ فٹ کا بندہ کھڑا ہو اور کوئی ساتھ پانچ فٹ کا آدمی کھڑا ہو۔ ان دونوں کے کندھے اب ملانے ہیں جسطرح تم پاؤں ملانے کی حدیث کا مفہوم سمجھے ہو۔اب ان کندھوں کو ملا کر دکھاؤ۔کچھ تو غور کرو۔یہ پاؤں ملانا اس طرح نہیں جسطرح تم وہابی ملاتے ہو کیا یہ اس طرح نہیں ہے۔
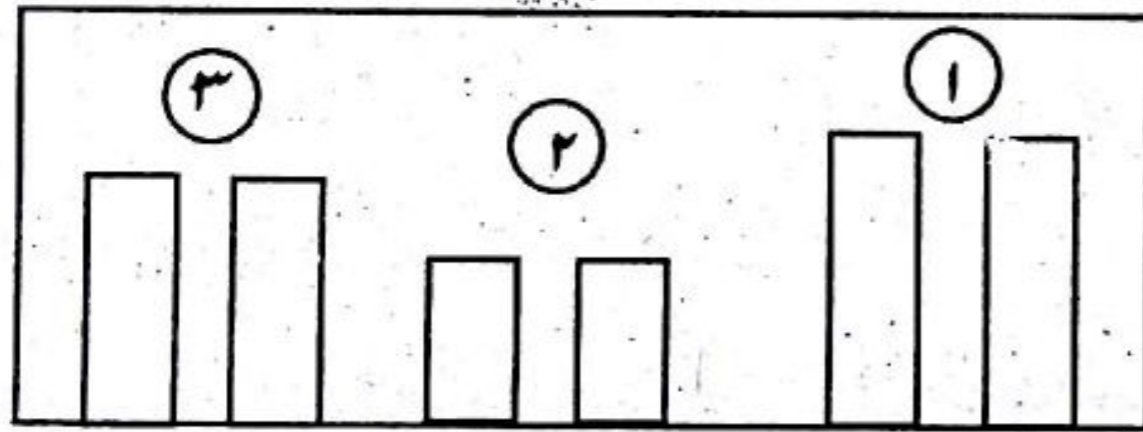
وسیلہ

کیا وسیلہ کا قائل جس کے وسیلہ سے دعا کر رہا ہوتا ہے۔اس سے مانگ رہا ہوتا ہے؟ جب ہم حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے مانگ رہے ہوتے ہیں تو کیا

ہم اللہ سے نہیں مانگ رہے ہوتے؟ وسیلہ ہم تو اس معنی میں لے رہے ہوتے ہیں کہ
جسطرح نیک اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے۔اور یہ نیک اعمال
اللہ کی مخلوق ہیں اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے اولیاء کرام افضل مخلوق
ہیں۔ان نیک اعمال کو عزت و شرف حاصل ہے تو ان کے کرنے والوں کی بدولت۔
جب کسی نیک عمل کو کرنے والا ہی کوئی نہ ہو تو اس عمل کی اہمیت کا کس طرح سے پتہ
چلے گا۔

صبر اور نماز کے وسیلہ کی تلقین انہی اعمال سے وسیلہ طلب کرنے کی اصل
ہے۔تین مسافروں کا غار میں اعمال کے وسیلہ سے دعا کرنا طریقہ محمدی ﷺ کی
پیروی کا نمونہ ہے۔

نابینا صحابی کا حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے بتعلیم نبی کریم ﷺ
اور صحابہ کرام کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کرنا افضل شخصیات کے
وسیلہ جلیلہ سے طالب دعا ہونے کے دلائل ہیں۔اگر کہو فوت شدہ کا وسیلہ نہیں ٹھیک تو
بتاؤ کیا اعمال انسان کی وفات کے بعد معدوم ہو جاتے ہیں؟ کیا نبی کی نبوت وفات
کے بعد ختم ہوگئی کہ اس کا وسیلہ جلیلہ جائز نہ رہا؟ کیا صحابی کی صحابیت وفات کے بعد
ختم ہو جاتی ہے؟ کیا ولی کی ولایت وفات کے بعد ختم ہو جاتی ہے؟

اگر تسلیم کرلو کہ نہیں تو پھر ان کا وسیلہ جلیلہ جیسے حیات میں جائز ہے ایسے ہی
وفات کے بعد بھی جائز ہے۔

وسیلہ پر یقین رکھنے والوں اور نہ یقین رکھنے والوں پر قرآن و حدیث کی

روشنی میں فتویٰ لگاؤ۔کیا اسطرح کے وسیلہ کو ماننے والا مشرک ہو گیا؟ اگر کوئی وسیلہ
سے نہیں مانتا تو کیا ہم اس پر کفر و شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اگر لگایا ہے تو ثبوت دو؟

جب حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے پہلے انکی ذات اقدس کا وسیلہ
جلیلہ قرآنی آیت سے ثابت و جائز اور منظور ہو تو پھر آپ کی ذات اقدس کے وفات
پا جانے کے بعد آپ کی ذات اقدس کا وسیلہ جلیلہ کیوں نا جائز؟

دین اسلام مکمل ہو گیا ہے تو ضابطوں کے لحاظ سے ان ضابطوں کی مدد سے
دوسرے احکام کے متعلق رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اگر ہم اس طرح وسیلہ جائز مانتے ہیں تو یہ قرآن پاک کے اس ضابطہ کے
مطابق ہے۔تم اگر انکار کرتے ہو تو تمہیں اپنے ضابطہ کی وضاحت کرنی ہوگی اور اس
کے ماننے والوں پر فتویٰ جاری کرنا ہوگا کہ اس کے بارے میں تمہارے ہاں کیا حکم
ہے؟

یعنی وسیلہ تین قسم پر ہوا

(۱) نیک اعمال کا وسیلہ

(۲) افضل و اعلیٰ شخص یا شخصیات کا وسیلہ

(۳) نظروں سے اوجھل شخصیت کا وسیلہ چاہے۔زندہ ہو چاہے وفات شدہ ہو۔

ہم نے اپنا ضابطہ بیان کردیا۔اسکو تسلیم کرنا یا نہ کرنا تمہارا اور تمہاری
جماعت کا اپنا مسئلہ ہے ہمارا نہیں ہم نے اپنے تبصرہ میں جتنے سوالات کئے ہیں ان
کے علیحدہ علیحدہ جوابات دینا نامکمل اور آدھے جوابات تسلیم نہیں کئے جائیں گے

18 صفحات روانہ کئے جا رہے ہیں۔

تاریخ 29-11-2000

اس کے ایک سال بعد یہ خط آیا

شرک کے موضوع پر لاجواب کتاب

شرک کی حقیقت

مصنف: محمد نعیم اللہ خان قادری

بی ایس سی، بی ایڈ

ایم اے اردو، پنجابی، تاریخ

ناشر

مکتبہ فیضانِ اولیاء کاموکے ضلع گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) محترم عرض ہے کہ آپ کو مورخہ 16-10-2000 کو جاء الحق جس کے 111 صفحات ہیں ارسال کی تھی اور آپ سے التماس کی گئی تھی کہ اس کتاب کے کسی حصہ میں کوئی غلطی یا علمی خامی نظر آئے تو ہمیں اطلاع دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ اگر آپ نے کسی غلطی یا علمی خامی کی نشاندہی کی تو ہم توبہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ کیونکہ دنیا میں توبہ ہے۔ آخرت میں توبہ نہیں۔ مگر آپ نے یہ کام نہیں کیا۔

(۲) آپ کو مورخہ 21-10-2000 کو اطلاع دی تھی کہ بندہ نے مختلف موضوعات پر کتابیں جمع و ترتیب کی ہیں۔

1) نماز میں الرسائل فی تحقیق المسائل — 560 صفحات
2) نماز میں سورۃ فاتحہ کی اہمیت کتاب وسنت کی روشنی میں — 160 صفحات
3) البرہان — 108 صفحات
4) اوقات نماز کی تحقیق کتاب وسنت کی روشنی میں — 96 صفحات
5) بارش کی وجہ سے نماز جمع کرنا حرمت گانا بجانا — 56 صفحات
6) مسئلہ عقیقہ پر نایاب تحقیق — 136 صفحات
7) سونے کے زیورات پہننے کا حکم — 104 صفحات
8) قوم کی بیٹی کی کہانی — 80 صفحات
9) حقوق العباد کی یاددھانی — 88 صفحات
10) آپ بیتی و جگ بیتی — 112 صفحات

کل صفحات   1494 صفحات

محترم ان کتابوں کے کل صفحات 1605 ہیں۔اس کے علاوہ دوعدد اشتہارات بھی ارسال کیے تھے۔اگر مذکورہ کتابوں کے کسی حصہ میں کوئی غلطی یا علمی خامی نظر آئے تو ہمیں اطلاع دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔اگر آپ نے کسی غلطی یا علمی خامی کی نشاندہی کی تو ہم توبہ کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ دنیا میں توبہ ہے آخرت میں توبہ نہیں اور اگر ہماری کسی غلطی کی نشاندہی کرتے ہیں تو اس کتاب کے صفحہ کی فوٹو کاپی ارسال کریں ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی ہمت کے مطابق حق خدمت دیں گے۔انشاء اللہ

۱) آپ کی طرف سے جواب آیا کہ جناب عبدالرشید انصاری صاحب آپ کا ارسال کردہ پارسل اور رجسٹری کتب وصول ہوگئی ہیں۔آپ کی درجن بھر کتب اور اشتہار برائے تبصرہ وتنقید اور رائے (اصلاح) معلوم کرنے کے لئے موصول ہوئیں۔

۲) یہ جواب آنے کے بعد دوسرا جواب آیا کہ میں اپنی عقل کے مطابق عقلی سوالات کرتا ہوں ۔ مجھے ان کے جوابات درکار ہیں۔ جواب دینا ۔20سوال+15سوال =35سوالات ہوئے ۔ جناب نے کہا ہے کہ ہم نے اپنے تبصرہ میں جتنے سوالات کیے ہیں ان کے علیحدہ علیحدہ جواب دینا۔

عبدالرشید انصاری کی طرف سے جواب:

محترم ہم آپ کو (۲) اشتہار ارسال کررہے ہیں (۱) مسلمانو غور کرو مظلوم کی

فریاد رسی کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ (۲) حق پکارتا ہے کہ میرے وارث کہاں ہیں۔ان دونوں اشتہاروں کو غور فکر سے پڑھیں۔ جب کوئی آدمی سوال کرتا ہے تو اس کے جواب پر مال اور وقت خرچ ہوتا ہے اور محنت کرنی پڑتی ہے۔جب تک مال نہ ہو کام نہیں ہوسکتا۔مال ہوگا تو کام ہوگا ورنہ نہیں ہوسکتا ہے۔

اس لیے محترم جو آپ نے سوال کیے ہیں ان کا آپ کتنا حق خدمت دیتے ہیں۔اس بات کا جواب مطلوب ہے۔

جواب واپسی ڈاک دینا۔ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں کہ کسی وقت آجائے۔ جواب بذریعہ ڈاک دینا دستی نہ دینا اس مین کوئی لفظ مشکوک یا ذومعنی نہیں ہے۔ایک نقل دفتر میں موجود ہے۔

مورخہ 05-01-2002

بذریعہ
میاں عطاء اللہ ایڈووکیٹ
25۔جناح چیمبرز ڈسٹرکٹ کورٹس
گوجرانوالہ

والسلام
عبدالرشید انصاری
سرفراز کالونی جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب عبدالرشید انصاری صاحب

میں نے پہلے ۱۸ صفحات میں آپ کی تین کتب جو تراویح، رفع یدین اور وسیلہ کے موضوع پر تھیں، تبصرہ وتنقید کر کے بھیجا۔ اس جواب پر 29-11-2000 تاریخ درج ہے۔ یہ جواب چند دن بعد آپ کے گھر دستی بھی وصول کروا دیا گیا تھا۔ اس سے عاجز آجانے کا ثبوت اسی سے واضح ہے کہ اب تم 5-1-2002 تقریباً ایک سال بعد شکست آمیز انداز میں کہیں دوسری طرف سے اس جواب کے مطالبے پر برائے نام خانہ پری کیلئے حق خدمت کیلئے مطالبے کی صورت میں دے رہے ہو۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ تک اپنے مناظروں، نام نہاد محدثوں، مورخوں کے پیچھے بھاگتے رہے ہو۔ سب طرف سے مایوس ہو کر یہ چال چلی ہے۔

کیا میرے جواب سے آپ پر اپنی کوئی غلطی یا علمی خامی واضح نہیں ہوئی؟

کیا تمہارے انتشار پسند اور تفرقہ باز ہونے کا ثبوت واضح نہیں ہوا؟

کیا یہ روز روشن کی طرح واضح نہیں ہو گیا کہ وہابیت خارجیت کی ایک شکل ہے جو مسلمانوں میں انتشار پیدا کر کے اپنے مفاد و مقاصد حاصل کرتی ہے؟

حق واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہے اسکو واضح کروانے کے لئے ہمیں تمہارے جاہلوں اور شر پسندوں کی ضرورت نہیں۔ آپ کو تو اپنی غلطی یا علمی خامی واضح ہو جانے کے باوجود اظہار ندامت نہیں اور تمہارے جھوٹا ہونے کا۔ یہی ثبوت کافی ہے کہ تم نے اپنے اس خط کے صفحہ نمبر ۲ میں لکھا ہے۔ ”یہ جواب آنے کے بعد (

کہ جلد تبصرہ وتنقید کر کے بھیجوں گا) دوسرا جواب آیا کہ آپ نے کہا کہ اپنی عقل کے مطابق (طالب علم کے معیار کے) عقلی سوالات کرتا ہوں۔ مجھے ان کے جوابات درکار ہیں۔ جواب دینا 20 سوال+15 سوال=35 سوالات ہوئے۔

جناب نے کہا ہم نے اپنے تبصرہ میں جتنے سوالات کیئے ہیں ان کے علیحدہ علیحدہ جواب دینا“۔

جناب انصاری صاحب میرا جواب کل ۱۸ بڑے صفحات پر مشتمل تھا۔ اور یہ 35 سوالات صفحہ نمبر ۱۴ تک تھے۔ اور اس کے بعد میں نے صفحہ نمبر ۱۵ تا ۱۸ میں آپ کی ایک کتاب پر تبصرہ کیا تھا۔ اور تمہاری اہلحدیثوں کی کچھ جہالتوں کو بیان کیا تھا۔ تم ان کو کھا گئے۔ اور صفحہ نمبر ۱۸ کی عبارت لکھ دی۔

ان کے علیحدہ علیحدہ جواب دینا۔

کیا میں نے صفحہ نمبر ۱۸ کی عبارت سے پہلے صفحہ نمبر ۱۵ تا ۱۸ کا جواب نہیں مانگا تھا؟

چلو کوئی بات نہیں، حق واضح ہو کر رہتا ہے۔ یہ تو تمہارے لئے چھوٹی سی بات ہے۔ تم تو قرآنی آیات میں تحریف کر کے انبیاء و اولیا کرام پر لگاتے ہو، اس وقت تمہیں نہ خوف خدا، نہ شرم رسول ﷺ، نہ پاس فرمان حضرت ابن عمر ؓ رہتا ہے۔ تم اگر میرے چند صفحات کو سرے سے ہی کھا جاؤ تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

آپ اپنے اس جواب کے شروع میں لکھتے ہیں

”محترم عرض ہے کہ آپ کو مورخہ 16-10-2000 جاء الحق جس کے

111 صفحات ہیں ارسال کی تھی اور آپ سے التماس کی گئی تھی کہ اس کتاب کے کسی حصہ میں کوئی غلطی یا علمی خامی نظر آئے تو ہمیں اطلاع دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ اگر آپ نے کسی غلطی یا علمی خامی کی نشاندہی کی تو ہم توبہ کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ دنیا میں توبہ ہے آخرت میں توبہ نہیں مگر آپ نے یہ کام نہیں کیا''۔

میں ایک بار پھر کہوں گا کہ وہابی ہوتے ہی جھوٹے ہیں۔ خود میرے سوالوں کے جوابات دینے سے عاجز آ کر ایک سال سے زائد عرصہ کے بعد لکھتے ہو۔

''جب کوئی آدمی سوال کرتا ہے تو اس کے جواب پر مال اور وقت خرچ ہوتا ہے اور محنت کرنی پڑتی ہے جب تک مال نہ ہو کام نہیں ہوسکتا۔ مال ہوگا تو کام ہو گا ورنہ نہیں ہوگا۔ (صفحہ نمبر۲) جب کہ میں نے ایک سال پہلے اپنے جواب کے صفحہ نمبر۳ کی آخری سطر میں لکھا تھا۔

''یہ جو تم نے اپنی کتاب جاء الحق کے لئے علیحدہ صفحہ پر دوسری کتابوں سے ہٹ کر تبصرہ وتنقید کے لئے لکھا ہے یہ تمہاری دوسروں کو مشرک بنانے والی صفت (خبیثہ) کا خاصہ ہے۔ میرے خیال میں یہ آدھی کتاب تمہارے وہابیوں کی تحریف قرآن وحدیث اور اس موضوع پر ہٹ دھرمی کا پلندہ ہے اگر اس پر تبصرہ وتنقید کروانا ضروری سمجھتے ہو تو میری مطلوبہ کتب (بھیجو)''۔

میں نے چند کتب لکھ کر بھیجی تھیں۔ یہ جو دو اشتہار تم نے ساتھ روانہ کئے ہیں اس میں تو بڑی شیخیاں بگھاری ہیں۔ کہ اتنے ہزار دوں گا، ایک لاکھ روپے کی

کتابیں لے کر دوں گا۔ چند کتب جو چند ہزار کی آتیں وہ تو بھیج نہ سکے اور دعوے لاکھوں کے۔

جھوٹے اور شر پسند وہابیو! اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ۔

یہ تمہاری کتابوں کے صفحات بتانے کی عادت میری تنقید سے چھوٹ جانی چاہئے تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہاری عادتِ ثانیہ (بری خصلت) ہے اور جو چیز فطرت میں ہو وہ نہیں چھوٹتی۔ اس لئے اس خط کے پہلے صفحہ میں بھی اپنی کتابوں (تحریف کے پلندوں) کے صفحات ہی گنتے رہے ہو۔

کل صفحات=1494 صفحات

محترم ان کتابوں کے کل صفحات 1605 ہیں۔

کتابوں کے صفحات کا فرق واضح ہے۔ غالباً کسی کتاب کے صفحات شمار کرنے سے رہ گئے ہیں۔ اس لئے فرق ہے لیکن میں تو تمہاری اس صفحات گننے کی عادت (فخر وغرور وتکبر) کو چھڑوانا چاہتا ہوں۔ جو انشاء اللہ چھوٹ ہی جائے گی۔

ہم اگر بطور وسیلہ المدد کہیں تو شرک اور خود المدد میاں عطاء اللہ ایڈووکیٹ میں کوئی خرابی نہیں سمجھتے نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے۔

''وہ مسلمان نہیں جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ نہ ہوں''

اور اسی طرح ہے۔

اس کا کوئی ایمان نہیں (جس طرح اسکی کوئی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہیں

پڑھتا) جو وعدہ پورا نہیں کرتا۔

یہ جو ہم نے دستی جواب بھیجا تھا کیا یہ سنت کے خلاف تھا کیونکہ تم نے اپنے اس خط میں لکھا ہے۔

جواب بذریعہ ڈاک دینا دستی نہ دینا (صفحہ نمبر۲)

اس کی وجہ بھی بیان فرما دیجئے گا مشکور ہوں گا۔

اچھا اب ذرا پھر سے رسائل کی تعداد گن لیں۔

دس موضوعات آپ نے اپنے خط میں لکھے ہیں۔ کیا ان تمام پر آپ کو ہمارے تبصرہ وتنقید کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں تو ہمارے اور تمہارے درمیان جو متنازعہ فروعی امور تھے ان پر تبصرہ وتنقید کر کے بھیج دیا تھا۔ اگر تم مجھے میری مطلوبہ کتب (ناقابل واپسی) بھیجتے ہو تو میں تمہاری کتب پر قرآن واحادیث سے تفصیلی دلائل کے ساتھ تبصرہ وتنقید بھی کر کے بھیج سکتا ہوں اور موضوعات ان دس میں سے واضح کرنا ہوں گے میرے خیال میں تو بیس تراویح، رفع یدین، فاتحہ خلف الامام اور وسیلہ ہی چار بنیادی موضوع ہیں۔ اپنی گستاخیوں سے تو تم وہابیوں نے توبہ نہیں کرنی ان میں بھی تمہاری ہٹ دھرمی اور واویلہ کا علاج کر دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ اگر کوئی موضوع مقرر کرنا چاہو تو اس اختلاف ---------- کی نوعیت مقرر کرنا انشاء اللہ یہ جواب سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہوگا۔

اب اگر تم درج ذیل کتب (وہ فہرست ہم نے حذف کر دی ہے) بھیجتے ہو تو میں ان کتب کے وصول ہونے کے بعد تین ماہ کے اندر اندر ایک کتاب پر تفصیلی تبصرہ

وتنقید کر کے بھیج دوں گا۔ اور باقی جلد از جلد قسطوں میں بھیجتا رہوں گا۔ اس دوران اگر مجھے کوئی مسئلہ پیدا ہوا تو تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں گا۔ ان کتب کے خریدنے میں تمہاری اور تمہاری جماعت کی رقم جو ریالوں میں آتی ہے صرف تو ضرور ہوگی لیکن تم تو حق کے لئے ایک لاکھ تک کی کتب دینے کے داعویدار ہو یہ تو بہت کم ہیں۔

جناب عبدالرشید انصاری صاحب! پہلے بھاگے تھے تو ایک سال کے بعد ملے ہو۔ اب بھاگو گے تو نجانے کب ملو گے۔

میں تو یہی کہوں گا۔

ہمیں بھگانے سے ہے سروکار
کب بھاگتے ہو میری سرکار
تمہاری مرضی ہے ہمیں درکار

فقیر پر تقصیر، بندہ ناچیز
طالب شفاعت نبی کریم ﷺ

تاریخ:10-1-2002

نوٹ:۔ میری مطلوبہ کتب اگر ایک ماہ کے اندر اندر موصول ہو گئیں تو تبصرہ و تنقید کا ذمہ دار ہوں گا ورنہ نہیں۔

ہمارے اس خط کے جواب میں عبدالرشید انصاری صاحب نے مورخہ 21-1-2002 کو لکھا کہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو۔ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی تو میں مدد کرتا ہوں ظالم کی کیونکر کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ظلم سے روک تیرا اس کو ظلم سے باز رکھنا ہی مدد کرنا ہے۔ (بخاری و مسلم)

عبدالرشید انصاری صاحب نے اپنے 3 عدد جوان بچوں کی شادی کرنے کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

کیونکہ وہابی سعودی و کویتی سرمایہ سے دھڑا دھڑ مساجد اور مدارس تعمیر کر رہے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ خیال کیا کہ شاید میرا مطالبہ پورا ہی نہ کر دیں اس لیے میں نے اس عرصہ کے دوران ہی ''۸ رکعات تراویح کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ'' ترتیب دیا اور بجائے اسکو فقط عبدالرشید انصاری تک بھیجنے کے تمام غیر مقلدین کو کتابی صورت میں پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے کیونکہ عبدالرشید انصاری صاحب تو بھاگ گئے اب غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات کو بلا تاخیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿☆☆☆☆☆☆☆☆﴾

۸ رکعات تراویح کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ

از قلم:
محمد نعیم اللہ خاں قادری
بی ایس سی۔ بی ایڈ
ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

اس کتاب میں مقدمے باز عبدالرشید انصاری صاحب اور دیگر تمام غیر مقلدین کے ۸ رکعت تراویح کے دلائل کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ عبدالرشید انصاری صاحب کا بذریعہ خط و کتابت ہمارے دلائل سے عاجز آ جانا بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ۸ رکعت تراویح پوری دنیا میں صرف ہندوستانی غیر مقلدین کا عمل ہے۔ ہمارے دلائل سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ غیر مقلدین کی انتشار پسند طبیعت ہے کہ وہ امت مسلمہ سے ہٹ کر موقف رکھتے ہیں۔

پہلی دلیل اور اسکا رد

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (پہلے) آپ چار رکعتیں پڑھتے تو ان کے ادا کرنے کی خوبصورتی اور لمبائی کے متعلق کچھ نہ پوچھو۔ پھر آپ چار رکعتیں پڑھتے پس ان کی خوبی اور لمبائی سے (بھی) کچھ نہ پوچھو پھر تین رکعتیں (وتر) پڑھتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں! فرمایا: اے عائشہ! بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔

صحیح بخاری ج۱ص۱۵۴، ج۱ص۲۶۹

صحیح مسلم ج۱ص۲۵۴

سنن ابوداؤد ج۱ص۱۸۹

سنن نسائی ج۱ص۲۴۸

جامع ترمذی ج۱ص۵۹

موطاامام مالک ص۱۰۲

(۱) سائل نے رمضان المبارک کی عبارت کے بارے میں سوال کیا تھا اور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو جواب بھی اس کے سوال کے مطابق دیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے پھر مزید وضاحت کیلئے مسئلہ کے دوسرے پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے غیر رمضان کی عبادت بھی بتادی (دین الحق ص۵۱۸)

(۲) حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب التراویح میں روایت کیا ہے کہ بلکہ بیسیوں محدثین (اگر کیا ہوتا تو وہابی ذہنیت کے مطابق ضرور تذکرہ کرتے) نے اسے تراویح میں ذکر کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد خاص امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے موطا صفحہ ۱۳۸ میں باب" قیام شہر رمضان و مافیہ من الفضل" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لائے ہیں (مختصراً دین الحق ص۵۱۹)

(۳) تہجد فی رمضان اور تراویح میں کوئی فرق نہیں (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، مولوی انورشاہ کشمیری دیوبندی سے دلیل)

آگے" دین الحق ص۵۲۱" میں لکھتے ہیں۔ بریلوی مذہب کا فقیہ اعظم مولوی ابویوسف محمد شریف محدث کوٹلی لکھتا ہے۔

قیام رمضان جیسے نماز تراویح سے حاصل ہوتا ہے نماز تہجد سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ رمضان شریف کی تہجد پر بھی قیام رمضان بولا جاتا ہے۔ (دلائل المسائل ص۱۲۹)

مختصر جواب:

(۱) کیا دنیا کا کوئی غیر مقلد ثابت کرسکتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سارا

رمضان المبارک تراویح ۸ رکعت ادا فرماتے رہے؟ یا انہوں نے سارا رمضان ساری زندگی تراویح ادا فرمائی جب کہ تہجد کے رمضان اور غیر رمضان میں ادا کرنے کے بکثرت دلائل احادیث میں موجود ہیں۔

(۲) اگر سوال رمضان المبارک کی نماز کا ہے۔ تہجد رمضان المبارک میں حضور نبی کریم ﷺ کی نماز نہ ہونے کی کوئی دلیل ہے؟

(۳) رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت ادا کرنا ہی اسے تہجد کا قیام اللیل ہونا ثابت کر رہا ہے۔ کیا تہجد کے رمضان المبارک میں قیام اللیل نہ ہونے کی کوئی دلیل ہے؟

(۴) حضور نبی کریم ﷺ رمضان میں کثرت سے قیام کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ نماز تراویح بھی قیام رمضان ہے اور کثرت سے ادا کرنے کے لئے نماز تہجد بھی رمضان میں قیام رمضان کے زمرے میں آجاتی ہے۔ اور فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی نکتہ بیان فرمایا ہے یہ قطعاً نہ فرمایا کہ نماز تراویح اور نماز تہجد ایک ہی ہیں۔ اور جس طرح نماز تہجد ۴، ۶، ۸، ۱۰ رکعات ہیں کیا اسی طرح نماز تراویح بھی ۴، ۶، ۸، ۱۰ رکعات ہیں؟

(۵) تہجد فی رمضان اور تراویح میں کچھ فرق نہیں اس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دلیل لانا تمہاری حماقت ہے۔ وہ تو تہجد کے قیام کی تراویح کے قیام پر فضیلت بتا رہے ہیں اور تم دونوں کو ایک ہی ثابت کر رہے ہو۔ ملاحظہ ہو بخاری باب فضل من قام رمضان (وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو افضل ہے اس سے جسکو تم قائم کرتے

ہو)

(۶) مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی کا یا دوسرے چند علماء کا تراویح اور تہجد کو ایک قرار دینا ان کی اپنی سوچ اور فکر ہے۔ اور انہوں نے بھی اسکی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے لی ہے۔ یا محدثین کے اس حدیث کو تراویح اور قیام شہر رمضان میں رکھنے سے لی ہے۔ ہمارے آئندہ صفحات میں دلائل اس سوچ اور فکر کی تردید ثابت کردیں گے۔

(۷) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور محدث کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو تراویح یا قیام شہر رمضان میں ذکر کرنا اس بات کی قطعاً دلیل نہیں کہ یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں۔ بلکہ وہ دونوں کے قیام اللیل ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے باب میں بیان کر جاتے ہیں یہ میں نے اوپر لکھا ہے کہ یہ دونوں قیام اللیل ہیں اگر یہ دونوں قیام اللیل نہیں تو ان کا ایسا نہ ہونا ثابت کرو؟

نماز تراویح اور نماز تہجد میں فرق

(۱) تہجد کا لغوی معنی نیند سے بیدار ہونا ہے اور اصطلاح میں تہجد سے مراد رات کو نیند سے بیدار ہو کر ۴، ۶، ۸، ۱۰ رکعات دو دو یا چار چار کر کے ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں دو دو رکعات سے تہجد ادا کرنا بھی مذکور ہے اور چار چار کر کے ادا کرنا حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حدیث سے بھی ثابت ہے۔

تراویح کے لغوی معنی آرام وسکون حاصل کرنا ہے اور اصطلاح میں تراویح
سے مراد رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں نماز عشاء کے بعد سونے سے پہلے
دو دو رکعات کرکے قیام رمضان کرنا ہے اسکی رکعات پر امت کا عملی اجماع ۲۰ رکعت
ہے یہ قیام ابتدائی رات، نصف رات اور آخر رات تک بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور
درمیان میں نہ سونا شرط ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ تہجد بھی رات کو ادا
کیجاتی ہے اور تراویح بھی رات کو ہی ادا کی جاتی ہے۔ اس لئے دونوں کو قیام اللیل
کہا جاسکتا ہے۔ اور ان میں فرق اس طرح سے کیا جاسکتا ہے کہ رمضان المبارک
کے مہینہ میں نماز عشاء کے بعد، سونے سے پہلے جو قیام اللیل ہے۔ اسے قیام
رمضان قرار دیا گیا اور وہ قیام اللیل جو سارا سال رمضان المبارک کی قید کے بغیر
سونے کے بعد چاہے رات کے ابتدائی حصہ میں، چاہیے درمیانی حصہ میں اور چاہے
آخری حصہ میں ادا کیا گیا اسے تہجد کا نام دے دیا گیا۔

(۲) نماز تہجد اور نماز تراویح کی ابتداء بھی انکو دو علیحدہ نمازیں ثابت کرتی ہے۔

نماز ---------------

تہجد رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں شروع ہوئی اور یہ ابتداً
حضور نبی کریم ﷺ پر فرض تھی بعد میں اس میں تخفیف کردی گئی۔ لیکن رمضان
المبارک کے روزے مدینہ منورہ میں فرض ہوئے اور (تراویح) قیام رمضان کی
ترغیب بھی حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو قیام مدینہ منورہ کے دوران ہی

فرمائی۔ اور عملی طور پر تین دن کے لئے اس کے تعین وقت کیلئے مسجد کے اندر صحابہ
کرام کے ساتھ ادا فرمائی اور فرض ہوجانے کے ڈر سے باجماعت ترک فرمادی۔
لیکن انفرادی طور پر ادا کرنے کی ترغیب مسلسل فرماتے رہے۔ اور مسلمانوں کی
استطاعت کے مطابق تینوں ایام میں مختلف اوقات تک ادا فرمائی۔ نفلی عبادت جتنی
زیادہ کی جائے اتنا ہی اسکا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ پہلی رات حضور نبی
کریم ﷺ نے آٹھ رکعات ادا کی ہوں کیونکہ یہ قیام ابتدائی شب تک ہی تھا۔ پھر
دوسرے دن اس میں مزید اضافہ فرمایا ہو کیونکہ یہ قیام تقریباً نصف شب تک تھا۔ اور
تیسرے دن ۲۰ رکعات ادا فرمائی ہوں۔ کیونکہ یہ قیام سحری تک تھا۔ اور بعد میں خلفائے
راشدین حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں لوگ اپنے
ذوق کے مطابق انہی تین ایام کی رکعات کے مطابق ادا کرتے رہے ہوں۔ اور
بالآخر مسلمانوں کا عملی اجماع حضور نبی کریم ﷺ کے آخری عمل بیس ۲۰ رکعت پر
ہوا۔ ہر رکعت میں تلاوت کی کمی ضرور ہوئی لیکن رکعات بیس پر ہی اتفاق ہوگیا۔ اور
ان رکعات سے زیادہ ادا کرنے والے پر بھی کوئی حکم لاگو نہ کیا گیا کیونکہ نفلی عبادت
کی کثرت سے روکا نہیں جاسکتا۔ اس لئے اہل مدینہ (۳۶) رکعات تک بھی ادا
کرتے رہے لیکن وہ بھی بالآخر کسی دور میں ۲۰ بیس رکعات پر ہی عملی طور پر متفق ہو
گئے۔ اور تمام عالم اسلام میں بیس رکعت تراویح ہی ادا ہونے لگی۔ اس پر تمام
مسلمانوں کا عملی اجماع ہوگیا۔

(۳) نماز تہجد کا نام باوجودیکہ اسکی تعداد رکعات ۴ سے ۱۰ تک ہے۔ مفرد مصدر

تہجد ہے اور نماز تراویح کا نام جمع ہے کیونکہ تراویح ترویحہ مصدر کی جمع ہے اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ تہجد کو عموماً اکیلے گھر میں ادا کیا جاتا ہے اور تراویح کو اکھٹے ہو کر باجماعت ادا کیا جاتا ہے۔

اگر طویل قیام رمضان کیا جائے کہ اس میں تہجد کا وقت بھی شامل ہو جائے تو تہجد بھی ادا ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بھی نفلی عبادت ہے۔

محدثین مثلاً امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے تہجد معہ وتر کی گیارہ رکعات کی حدیث کو جو قیام رمضان میں لکھا ہے تو اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ جب قیام رمضان طویل کیا جائے اور تہجد کا وقت بھی اس میں شامل ہو جائے تو تہجد بھی ادا ہو جائے گی۔ محدثین کا قطعاً یہ مطلب نہیں تھا کہ تہجد اور تراویح (قیام رمضان) ایک ہی ہے۔ اس لئے باقی محدثین نے ان کے لئے علیحدہ علیحدہ باب باندھے ہیں اور تہجد کی حدیث کو قیام رمضان (تراویح) میں درج نہیں کیا۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے حالات زندگی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تراویح رات کے ابتدائی حصہ میں بعد از نماز عشاء اپنے شاگردوں کے ساتھ باجماعت ادا فرماتے تھے اور پھر سحری کے وقت تہجد ادا فرماتے تھے۔ (ہدی الساری ص ۴۸۱، امام ابن حجر عسقلانی)

اسی طرح امام محمد رحمتہ اللہ علیہ بھی اگر تراویح اور تہجد کو ایک ہی سمجھتے ہوتے اور اسی وجہ سے تہجد کی حدیث قیام شہر رمضان میں درج فرماتے تو ان کا اس کے مطابق عمل ہوتا لیکن امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا عمل بھی اس سے جدا اور امت مسلمہ کے

اجماعی عمل کے ---------- مطابق تھا۔

الغرض تہجد کی حدیث کا قیام رمضان کے باب میں درج ہونا ان دونوں کے ایک ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

(۴) اگر کوئی محدث کسی حدیث کو اپنے اجتہاد سے کسی باب کے تحت بیان کر دے تو کیا وہ اس مسئلہ کے متعلق حتمی تصور کی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے احادیث کے اولین مجموعے ''مؤطا امام مالک'' میں اس حدیث کو ''بَابُ صَلٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْوِتْرِ'' میں بھی بیان کیا ہے۔

کیا اس کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ تراویح، تہجد اور وتر ایک ہی چیز ہیں؟ ہرگز نہیں۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا حضور نبی کریم ﷺ کی نماز وتر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو بیان کرنا اس وجہ سے ہے کہ اس نماز کے ساتھ وتروں کا بھی ذکر ہوا ہے۔ اور آپ نبی کریم ﷺ ہمیشہ تہجد پڑھنے کے بعد وتر ساتھ ادا فرماتے تھے۔

اسی طرح امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا اس حدیث کو قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان اور قیام شہر رمضان کے باب میں رکھنا ہے۔ یعنی جس طرح تراویح رمضان کا قیام ہے اسی طرح تہجد بھی رمضان میں قیام رمضان تصور کیا جاتا ہے۔

جس طرح تہجد کے ساتھ وتر کا ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ تہجد کے ساتھ وتر بھی ادا کرنے ہیں اسی طرح اب مطلب یہ ہوا کہ قیام رمضان (تراویح) کے ساتھ تہجد بھی ادا کرنا ہے اور وتر بھی ادا کرنا ہیں۔

(۵) مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے بَابُ "التَّحْرِیْضِ عَلٰی قِیَامِ اللَّیْلِ" کی تیسری فصل میں ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَةِ صَلٰوةٌ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ	حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا نمازوں کے بعد افضل نمازوں میں سے نصف رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے۔

نماز تراویح تو عشاء کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے پھر وہ نصف رات میں پڑھی جانے والی نماز (تہجد) سے کس طرح افضل ہو سکتی ہے؟ حضرت عمر فاروق ؓ بھی تہجد کو تراویح سے افضل قرار دیتے تھے اب یہ کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے افضل نماز (تہجد) کو چھوڑ کر جو وہ سارا سال رات کو سو کر بیدار ہونے کے بعد پڑھتے تھے، اس نماز کو اختیار کیا جو اس سے کم افضل ہے۔ الغرض، تہجد اور تراویح قطعاً ایک ہی نماز نہیں ہیں۔ تہجد بلاشبہ تراویح سے افضل ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے "بَابُ التَّحْرِیْضِ عَلٰی قِیَامِ

اللَّیْلِ" کی تیسری فصل میں ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عمر بن خطاب ؓ رات کو جتنی مناسب سمجھتے نماز پڑھتے اس کے بعد پچھلی رات کو اہل وعیال کو بیدار کر کے فرماتے کہ نماز پڑھو۔ پھر اس آیت کی تلاوت کرتے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى	اپنے اہل کو نماز کا حکم کرو اور صبر کرو ہم تم سے رزق طلب نہیں کرتے بلکہ رزق دیتے ہیں اور آخرت صاحب تقویٰ لوگوں کے لئے ہے
(رَوَاهُ مَالِكٌ)	(مالک)

اس حدیث سے بھی واضح ہے پہلا قیام اللیل اور دوسرا قیام اللیل جدا جدا ہیں۔ حضرت عمر ؓ پہلے قیام اللیل کے بعد دوسرے قیام اللیل کا علیحدہ اہتمام کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ تہجد اور تراویح ایک نہیں ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ کی اور فرض نمازوں کے بعد کی (ترمذی شریف)

مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے باب "اَلْقَصْدِ فِی الْعَمَلِ" کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال سے زیادہ محبوب ان پر مداومت ہے۔ اگر چہ اعمال کم ہی کیوں نہ ہوں۔ (متفق علیہ)

بلاشک وشبہ تہجد پڑھنا حضور نبی کریم ﷺ کا محبوب عمل ہے اور آپ اس کو ہمیشہ ادا فرماتے تھے۔ اور تہجد آپ ہمیشہ سو کر اٹھنے کے بعد ادا فرماتے تھے اور تراویح آپ نے صرف تین دن ۲۳، ۲۵ اور ۲۷ رمضان المبارک میں ادا فرمائی اور نماز عشاء کے بعد ادا فرمائی۔ تراویح ادا کرنا نہ آپکا دائمی اور مسلسل عمل ہے اور آپ کے اسے مسلسل ادا نہ کرنے سے ہی اس کی نفی ہو رہی ہے۔

پھر یہ کس طرح سوچا جائے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی ہیں۔ ہاں یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ تراویح کو طول دے کر تہجد کے وقت تک پڑھیں تو اس کے ساتھ ہی تہجد ادا کر لیں تو بہت ہی افضل عمل ہے۔ کیونکہ اس سے دونوں کے ادا کرنے کی فضیلت حاصل ہوئی۔ اور قیام رمضان جسکی آپ صحابہ کو بہت تاکید کیا کرتے تھے۔ اس کو بھی کثرت تعداد میں ادا کرنے سے زیادہ قیام رمضان کا بھی ثواب حاصل ہوا۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے "بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ" کی پہلی

فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہر رات رب کریم آسمان دنیا کی جانب نزول (رحمت) فرماتا ہے اور جب تہائی رات گزرتی ہے تو وہ فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اسکو بخشوں (متفق علیہ)

اب خود ہی سوچو کہ ابتدائی رات میں قیام افضل ہے یا کہ تہائی رات گزرنے کے بعد بلاشبہ تہائی رات گزرنے کے بعد کا ہی وقت بہتر ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کہ وہ کب تک نزول رحمت رکھتا ہے۔ بلاشبہ تہائی رات کے بعد قیام (تہجد) ابتدائی رات کے قیام (تراویح) سے افضل و بہتر ہے۔ الغرض تراویح اور تہجد ایک نہیں ہیں۔

(۸) صحیح بخاری شریف ابواب التہجد کے باب "كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَمْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ مِنَ

اللَّيْلِ ''میں ہے۔

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَّاِحْدٰى عَشَرَةَ سِوٰى رَكْعَتَى الْفَجْرِ

مسروق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو فرمایا: سات اور نو اور گیارہ رکعتیں، فجر کی دو رکعتوں کے علاوہ

اس طرح اگر وتر تین رکعت ہوں تو ۴ رکعات، ۶ رکعات اور ۸ رکعات نماز تہجد بنتی ہے۔

اب غیر مقلدین سے سوال ہے کہ اگر تہجد اور تراویح کی رکعات میں کوئی فرق نہیں اور دونوں ایک ہی نماز ہیں تو پھر وہ نماز تراویح ۴ رکعات اور ۶ رکعات کیوں ادا نہیں کرتے؟ یا پھر تسلیم کریں کہ وہ نفس کے بندے ہیں اپنے علماء کے مقلد ہیں۔

خدارا نفس پرستی چھوڑیں اور اس عمل میں اہل اسلام کے ساتھ متحد و متفق ہو جائیں۔

ایک وہابی مصنف لکھتا ہے کہ

''علاوہ ازیں سات اور نو رکعات تو یہ اس وقت کی نماز ہے کہ جب آپ

بوڑھے ہوئے تو وقت و حالات کے تحت کبھی کبھار پڑھ لیا کرتے۔

(رکعات قیام رمضان حکیم محمد اشرف سندھو ص 17)

اب میرا سوال یہ ہے کہ کیا بوڑھے ہونے پر وہابی حضرات تراویح چار اور چھ رکعت پڑھتے ہیں؟ اگر نہیں پڑھتے تو وہ اہلحدیث تو نہ ہوئے۔ نفس کے بندے ہوئے۔ اور حقیقت ہے بھی یہی کہ غیر مقلدین نفس پرستوں کا ٹولہ ہے۔

(۹) قیام رمضان (قیام اول شب) کے لئے تو حضور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو بار بار ترغیب فرمایا کرتے تھے لیکن تہجد کے لئے آپ نے تمام صحابہ کرام کو کبھی زور نہ دیا۔

صحیح مسلم شریف کتاب صلوٰۃ المسافرین کے ''بَابُ التَّرْغِيْبِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِيْحُ''میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

یہ حدیث موطا امام مالک کتاب الصلوٰۃ فی رمضان کے بَابُ التَّرْغِيْبُ فِي الصَّلٰوةِ فِيْ رَمَضَانَ''میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف کے باب ''ثَوَابُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا''میں بھی ہے۔

یہ حدیث ابن ماجہ شریف باب ''مَاجَآءَ فِيْ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ ''میں

بھی ہے۔

صحیح مسلم شریف کے اسی باب میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب دیتے تھے اور اس کا تاکیداً حکم نہیں دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے قیام کرے گا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور یہ معاملہ یونہی باقی رہا۔ پھر حضرت ابو بکر ؓ کے پورے دور خلافت اور حضرت عمر ؓ کی خلافت کے ابتدائی دور تک یہ معاملہ اسی طرح رہا۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف "بَابُ قِیَامِ شَہْرِ رَمَضَانَ" کی پہلی فصل میں بھی ہے اسی مفہوم کی حدیث مؤطا امام محمد بَابُ قِیَامُ شَہْرِ رَمَضَانَ وَمَا فِیْہِ مِنَ الْفَضْلِ میں بھی ہے۔

قیام رمضان کی ترغیب دلانے کے لئے ہی حضور نبی کریم ﷺ نے مسجد میں اس کا باجماعت اہتمام فرمایا۔ لیکن تہجد کبھی بھی مسجد میں چند روز کیلئے بھی باہتمام باجماعت ادا نہ فرمائی۔ اگر آپ کے تہجد ادا فرماتے کبھی کوئی صحابی ساتھ کھڑا ہو جاتا تو اسکو منع نہ فرماتے۔ تہجد اب بھی بغیر جماعت کے گھر میں اپنے اہل خانہ کے پاس ادا کرنا بہتر ہے۔ لیکن تراویح کا مسجد میں باجماعت ادا کرنا سنت نبی کریم ﷺ اور سنت خلفائے راشدین ہے اور مسجد میں باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے "بَابُ قِیَامِ شَہْرِ رَمَضَانَ" کی پہلی فصل میں ہے حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں چٹائی

کا ایک حجرہ بوریا کا بنایا اور کئی راتوں مسلسل اس میں نماز پڑھی اور بہت سے صحابہ نے بھی نماز میں شرکت کی لیکن ایک شب رسول اللہ ﷺ کی آواز نہ سن کر صحابہ نے خیال کیا کہ آپ سو گئے ہیں۔ اس لئے بعض صحابہ نے کھنکارنا شروع کیا تاکہ ہماری آواز سن کر سرکار حجرہ شریف سے باہر آ جائیں۔ اس موقعہ پر سرکار نے حجرہ سے باہر آ کر صحابہ سے فرمایا کہ مجھے تمہاری کیفیت اور معاملات سے واقفیت ہے۔ مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے اور اگر تم پر یہ نماز (تراویح) فرض ہو جاتی تو تم اس کے لئے (آسانی سے) کھڑے نہ ہوتے لہٰذا اے صحابہ تم اس کو اپنے گھروں میں پڑھو۔ انسان کی افضل نماز فرائض کے علاوہ اس کے گھر میں ہے۔ (یعنی گھر میں پڑھنا افضل ہے) (متفق علیہ)

اس سے درج ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

نماز تراویح حضور نبی کریم ﷺ نے مسلسل ادا نہیں فرمائی۔

تراویح فرض ہو جانے کے ڈر سے آپ نبی کریم ﷺ نے ان کو گھروں میں پڑھنے کی تاکید کی اور جب صحابہ کے دور میں فرض ہو جانے کا خوف نہ رہا تو مسجدوں میں ادا کی جانے لگی۔ اور پھر حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں باجماعت ایک مقررہ تعداد میں ادا کی جانے لگی۔

حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان عالی شان کے مطابق اسے گھر میں ادا کرنا افضل تھا۔ اب خوف نہ رہا تو خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی میں اسے اب مسجد میں ادا کرنا افضل ہے اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے۔

اہلحدیث حضرات حضرت عمر فاروق ؓ کے اکثر فتوؤں جن پر صحابہ کرام اور بعد میں امت مسلمہ کا اجماع ہو چکا ان کے خلاف کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک حضرت عمر فاروق ؓ کا ان پر اجماع حجت نہیں۔ مثلاً تراویح ۲۰ رکعت ادا کرنا۔ عورتوں کا مسجد میں نماز نہ ادا کرنا۔ ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین قرار دینا۔ وغیرہ۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ "بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ" کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت ابوذر ؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (رمضان کے) روزے رکھے لیکن پورے مہینہ آپ نے قیام لیل نہیں کیا مگر جب رمضان میں سات دن باقی رہ گئے تو ایک شب آپ نے تہائی رات تک ہمارے ساتھ قیام لیل کیا اور جب چھ راتیں باقی رہیں تو اس رات آپ نے قیام نہ فرمایا لیکن پانچویں رات کو آپ نے ہمارے ساتھ آدھی رات تک قیام فرمایا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کاش آپ اس رات زیادہ دیر تک قیام فرماتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص رات کو امام کی اقتداء میں نماز ادا کرتا ہے تو اس کی پوری رات قیام میں شمار ہوجاتی ہے۔ جب رمضان کی چار راتیں رہ گئیں تو آپ نے اس رات قیام نہ کیا۔ یہاں تک کہ انتظار میں تہائی رات باقی رہ گئی لیکن جب رمضان میں تین راتیں باقی رہیں تو
سرکار نے اہل خانہ اور دوسرے لوگوں کو جمع فرمایا ار ہمارے ساتھ کھڑے ہوئے اس

موقع پر ہمیں فلاح کے ترک ہوجانے کا خطرہ ہوا۔ راوی حدیث کہتے ہیں مجھے سوال کیا گیا کہ فلاح سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: سحری۔ پھر بقیہ راتوں میں آپ نے قیام نہ کیا۔

ابن ماجہ نسائی لیکن صاحب ترمذی نے بقیہ کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب قیام اللیل وتطوع النہار کے باب "ثَوَابُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا" میں ہے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف "بَابُ مَاجَآءَ فِيْ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ" میں ہے۔

غیر مقلدین سے سوال ہے کہ اگر تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں تو بتایا جائے کہ کیا جن راتوں میں آپ نے تراویح ادا نہ فرمائی کیا ان راتوں میں آپ نے تہجد بھی ادا نہ فرمائی؟

کیا طاق راتوں میں قیام فرمانے سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا کہ آپ نے یہ قیام لیل شب قدر کی تلاش میں اور صحابہ کو اسکی ترغیب دلانے کے لئے فرمایا۔ اس کا تراویح سے تعلق ہی نہیں۔ آپ رمضان کے آخری عشرے میں ساری ساری رات قیام فرمایا کرتے تھے۔

صحیح مسلم شریف کتاب صلوٰۃ المسافرین کے "بَابُ التَّرْغِيْبِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ وَهُوَالتَّرَاوِيْحُ" میں ہے

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس

شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ ---------------------- معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس شخص نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

شب قدر میں قیام کی فضیلت اور رمضان کی ۲۳، ۲۵ اور ۲۷ تاریخ کو صحابہ کے ساتھ قیام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قیام شب قدر کے قیام کو ثابت کرتا ہے۔

کیا اب غیر مقلدین یہ بھی کہیں گے کہ تراویح، تہجد اور قیام شب قدر ایک ہی ہے۔

(۱۱) مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے "بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ" کی پہلی فصل میں ہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نمازوں (نفل نمازوں) میں سب سے زیادہ محبوب حضرت داؤد کی نماز ہے اور بہترین روزوں (نفلی روزوں) میں حضرت داؤد کے روزے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے تہائی رات قیام کرتے، رات کے چھٹے حصے میں پھر سوتے۔ ایک دن روزہ رکھتے دوسرے دن افطار کرتے۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث بخاری شریف ابواب التہجد کے "بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ" میں بھی ہے۔ مان جاؤ کہ تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔ اول شب کا قیام اللیل آخر شب کے قیام اللیل ایک ہی چیز کے دو نام نہیں ہیں۔ دونوں کے وقت میں فرق

دونوں کی فضیلت میں فرق۔

بخاری شریف ابواب التہجد کے باب

مَنْ نَامَ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَاَحْيَا اٰخِرَهٗ وَقَالَ سَلْمَانُ لِاَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ قَالَ قُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ۔

جو رات کے پہلے حصے میں سوئے اور آخری میں جاگے حضرت سلمان نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہا سے کہا:- سو جاؤ اور جب رات کا آخری حصہ ہوا تو کہا کھڑے ہو جاؤ۔ نبی کریم ﷺ فرمایا: سلمان نے ٹھیک کہا۔

(بخاری کے مذکورہ بالا باب) میں ہے

ابوالولید، شعبہ، سلیمان، شعبہ، ابواسحاق، اسود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کیسی تھی؟ فرمایا کہ حضور پہلے حصے میں سوتے اور آخری حصے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ پھر اپنے بستر کی طرف لوٹتے جب موذن اذان کہتا تو اٹھتے اور اگر حاجت ہوئی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے تشریف لے جاتے۔

تہجد اور تراویح کو ایک قرار دینے والو کچھ تو غور کرو کیا تم نے کبھی اس طرح تراویح ادا کی۔ نہیں ہر گز نہیں۔ تمہارے علماء کرام سے بھی ثابت ہے کہ وہ تراویح ادا کرنے کے بعد تہجد بھی پڑھتے تھے۔ ان کے عمل سے ہی سبق سیکھ لو کہ تہجد اور تراویح

الگ الگ ہیں۔ جو ایک قرار دیتے ہیں محض ہٹ دھرمی اور مسلک کی بدنامی کے خیال سے ایک قرار دیتے ہیں۔ لیکن دل سے ان کو بھی اقرار ہے کہ تہجد الگ ہے تراویح الگ ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے "بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ" کی فصل اوّل میں بھی ہے۔

(۱۲) اگر غیر مقلدین یہ اعتراض کریں کہ جن تین دنوں میں حضور نبی کریم ﷺ نے تراویح مسجد میں ادا فرمائی تھی۔ ان تین دنوں میں تہجد علیحدہ پڑھنے کا ثبوت دیا جائے۔ تو میں جواباً ان سے پوچھوں گا کہ ان دنوں میں اگر تہجد علیحدہ ادا نہیں فرمائی تو تم تراویح کے ساتھ تین رکعت وتر پڑھنے کا ثبوت دو۔ جس سے بالواسطہ ہمارے مؤقف کو تقویت پہنچتی ہے کہ ان دنوں میں جب ساری رات قیام نہ فرمایا۔ آپ نبی کریم ﷺ نے علیحدہ تہجد معہ وتر ادا فرمائی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ بہتر عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اس لیے یہ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے فرمان کے برخلاف اپنے تہجد کے محبوب اور مسلسل ادا کرنے والے عمل کو ترک فرمایا ہو۔ تہجد تو مسلسل ادا فرمانے والا عمل تھا اور آپ غیر مقلدین حضرات اس عمل کو اس عمل سے ملا رہے ہیں جو آپ نے تمام صحابہ کے ساتھ صرف تین دن تک ادا فرمایا۔

(۱۳) قیام رمضان کا نام تراویح امت مسلمہ نے رکھا۔ اب جس طرح

تم نے اس کے نام کو قبول کیا ہے اسی طرح امت مسلمہ کے عملی اجماع کو بھی مان لو۔ ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ دو۔ تراویح کا لغوی معنی آرام وسکون حاصل کرنا۔ یعنی مسلمان ہر چار رکعت کے بعد استراحت فرماتے تھے۔ اس طرح پانچ ترویحوں میں چار مرتبہ استراحت فرماتے۔ تراویح جمع کا لفظ ہے۔ جو آٹھ رکعت پر بولا ہی نہیں جا سکتا۔ جس طرح اس کا نام امت مسلمہ کا رکھا ہوا ہے اسی طرح اس پر عملی اجماع بھی امت مسلمہ کا ہے۔ امت مسلمہ سے علیحدہ راہ اختیار نہ کرو۔ یا تو ۲۰ رکعت تراویح ادا کرنا شروع کر دو یا اس کا نام تبدیل کر لو۔

جن علماء کرام نے (جو چند ایک ہیں) ۸ رکعت تراویح کو بھی سنت کہا ہے۔ ان کو بھی امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے تہجد کی حدیث کو قیام رمضان میں لانے سے شبہ ہوا ہے حالانکہ علماء کی کثیر تعداد اس بات پر متفق ہے کہ احادیث سے تراویح کی صحیح رکعات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

میں تمام غیر مقلدین کو دعوت فکر دیتا ہوں۔ خدا کو حاضر ناظر جان کر گواہی دیں کہ حق پر کون ہے؟ کیا گروہ غیر مقلدین یا امت مسلمہ کے عملی اجماع کی پیروی کرنے والے ۹۸ فیصد مسلمان۔

لاکھوں مرحوم مسلمان عالموں میں سے آپ کے ظہور بے نور سے پہلے صرف ایک درجن ۸ رکعت تراویح کے قائل اور اس پر عمل کرنے والے دکھا دو؟

(۱۴) مشہور محدث امام حافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ ایک واقعہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

كان الامام يُصلي بالناس في المسجد و المتهجدون يصلون في نواحي المسجد	کچھ لوگ امام کے ساتھ مسجد میں باجماعت تراویح ادا کررہے تھے اور کچھ لوگ مسجد کے قریب ایک جگہ تہجد پڑھ رہے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۹۸)

اب اگر تہجد ہی تراویح ہے تو الگ الگ نمازیں کیوں ادا کررہے تھے؟

اگر رمضان المبارک میں تراویح تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے تو تہجد پڑھنے والے علیحدہ کیوں پڑھ رہے تھے۔

ظاہر بات ہے اگر تہجد ہی کا نام رمضان شریف میں تراویح ہوتا تو تہجد پڑھنے والے کبھی بھی جماعت سے ہٹ کر اپنی علیحدہ نماز نہ پڑھتے۔

(۱۵) اے گروہ غیر مقلدین! اگر کوئی سارا سال نماز تہجد ادا نہیں کرتا تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ لیکن اگر وہ قیام رمضان بالکل ترک کر دیتا ہے تو ضرور گنہگار ہوگا۔ کیونکہ پورا رمضان حضور نبی کریم ﷺ کے قیام رمضان کی بار بار ترغیب دلانے کی مخالفت کرتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے خلفاء راشدین جن کے طریقہ پر عمل کرنے کا حضور نبی کریم ﷺ نے خود حکم فرمایا تھا، انکے طریقے کی مخالفت کرتا ہے۔ اور امت مسلمہ کے عملی اجماع کی مخالفت کرتا ہے۔ اور اس طرح جس کو امت مسلمہ اچھا کہتی ہے اسکو ترک کرتا ہے۔ اور علیحدہ راستہ اختیار کر کے جہنم کی گہری وادی میں

گرنے کے اسباب پیدا کرتا ہے۔

(۱۶) تہجد ۴ رکعت اور ۶ رکعت بھی ادا کی جا سکتی ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اگر تراویح اور تہجد میں کوئی فرق نہیں تو پھر کیا تراویح بھی ۴ رکعت اور ۶ رکعت ادا کی جاسکتی ہے؟ اگر کی جاسکتی ہے۔ تو موجودہ وہابیوں کو مزید سہولت دینے کے لیے اسکا فتویٰ بھی جاری کرنا چاہیے۔

(۱۷) اے گروہ غیر مقلدین! کیا تم نے کبھی تہجد عشاء کے فوراً بعد ادا کرنے کا فتویٰ جاری کیا ہے؟ کیا تم تہجد کو عشاء کے فوراً بعد پڑھتے ہو؟ پھر بھی کہتے جاتے ہو، تہجد اور تراویح ایک ہی ہیں۔

(۱۸) رمضان المبارک میں فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر اور نفل کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔ کیا اہل سنت و جماعت کو وہابیوں سے جتنے نفل زیادہ پڑھے اتنا زیادہ ثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟ ضرور ہوگا۔

آہ! غیر مقلدین کو کس طرح اس ثواب عظیم سے محروم رکھا جارہا ہے

(۱۹) بالفرض اگر کوئی غیر مقلد ۸ رکعت سے زیادہ تراویح ادا کرتا ہے تو کیا یہ بے فائدہ اور بدعت ہوں گی؟ ہمارے نزدیک تو نہیں۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمضان میں کثرت قیام کی تاکید فرمائی ہے۔

جب مولوی محمد حسین بٹالوی نے ۸ رکعت تراویح کے سنت ہونے کا فتویٰ جاری کیا تو مولانا میاں غلام رسول قلعہ میاں سنگھ (ضلع گوجرانوالہ) نے اس کے رد میں ایک رسالہ ینابیع لکھا۔ جس میں ۲۰ رکعت تراویح کے حق میں دلائل دیئے اب

بتاؤ میاں غلام رسول جو ۲۰ رکعت پر عامل تھا کیا وہ بدعتی تھا یا نہیں؟ اسکو بھی ۸ رکعت سے زیادہ ادا کرنے پر قیام رمضان اور نفل عبارت کا فرض کے برابر ثواب حاصل ہوا یا نہیں؟

اگر کوئی تین رکعات نماز مغرب جو کہ فرض ہیں اگر چار پڑھے تو گنہگار ہو گا۔ لیکن اگر کوئی نوافل جو کہ دو دو کر کے ادا کئے جاتے ہیں کسی وقت میں ۳۰ یا ۴۰ ادا کرتا ہے تو کیا اسکو ان نوافل کا رمضان کے مہینے میں ادا کرنے کا ثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟ بالکل ہوگا۔ اگر نہیں ہوگا تو دلائل سے ثابت کرو۔

(۲۰) حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیرہ رکعت کی حدیث کے متعلق اہلحدیث کہتے ہیں کہ اس میں دو رکعت صبح کی سنتیں یا عشاء کے نفل شامل ہیں۔ اصل میں یہ تہجد کی ۱۰ رکعات بھی ہوسکتی ہیں اور وتر کی پانچ رکعات بھی ہوسکتی ہیں۔ وہ اس طرح اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے وہ کیوں وتر تین رکعات سے زائد ادا ہی نہیں کرتے؟

(۲۱) آپ نبی کریم ﷺ وتر ادا کرنے سے پہلے سو جاتے تھے۔ پھر اٹھ کر وتر ادا کرتے تھے۔ کیا اہلحدیث حضرات حضور نبی کریم ﷺ کی اس حدیث پر بھی عمل کرتے ہیں؟ کیا وہ بھی آٹھ رکعات ادا کرنے کے بعد سو جاتے ہیں اور پھر اٹھ کر وتر ادا کرتے ہیں؟

(۲۲) حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ ادا نہیں

فرماتے تھے۔ آپ چار رکعات ادا کرتے کہ اسکے حسن اور لمبائی کا سوال نہ کر اور پھر چار رکعات پڑھتے تو ان کے حسن و لمبائی کا سوال نہ کر اب اہلحدیث حضرات سے سوال ہے کہ وہ بھی اسی طرح آٹھ رکعات ادا کرتے ہیں؟ کیا وہ بھی چار چار رکعات کر کے ادا کرتے ہیں؟ کیا انکی قرأت حضور نبی کریم ﷺ کی قرأت کے مطابق ہے؟

(۲۳) آپ کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب جو تراویح اور تہجد علیٰحدہ علیٰحدہ ادا کرتے تھے ان کے متعلق تمہارا کیا فتویٰ ہے؟

(۲۴) غیر مقلدین جو احادیث ۸ رکعات تراویح میں پیش کرتے ہیں اور ۲۰ کو بدعت قرار دیتے ہیں وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جب ۲۰ رکعات تراویح پر امت کا عمل جاری ہوا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسرے روایت کرنے والے صحابہ نے علم احتجاج بلند کیوں نہ کیا؟ کیا وہ بدعتوں کو فروغ دینے والے تھے؟ کہ انہوں نے ۲۰ رکعات تراویح کو مسلمانوں میں رائج ہو جانے دیا۔ ان کے احتجاج کی کوئی دلیل پیش کر سکتے ہو؟ کسی بھی صحابہ کے احتجاج کی دلیل پیش کر سکتے ہو؟

(۲۵) اگر موجودہ نام نہاد اہلحدیثوں کے آٹھ تراویح پڑھنے سے پہلے بالفرض اگر آٹھ رکعت تراویح ادا کرنے والے اہلحدیث موجود تھے تو ان کے اور دوسرے آئمہ کے مقلدین کے درمیان کبھی کوئی مخالفت میں رسالہ لکھا گیا یا ایک دوسرے کے خلاف کوئی فتویٰ جاری ہوا؟ اگر ہوا تو اس کو ثابت کریں اور اس کو منصہ شہود پر

لائیں۔۲۰ رکعت تراویح جب سے رائج ہے اس وقت سے لے کر ہندوستان کے وہابیوں کے ظہور بے نور تک ۸ رکعت تراویح ادا کرنے والا کوئی بھی اہلحدیث نہیں ملتا۔

(۲۶) یہ جو چند اہلحدیث کہہ دیتے ہیں کہ جب تک لمبی قرأت رہی گیارہ رکعات مع الوتر سے قیام رہا لیکن جب مختصر قرأت پر اکتفا کرنے لگے تو تعداد رکعات میں اضافہ کیا گیا۔اب سوال یہ ہے کہ کیا اہلحدیث قرأت لمبی قرأت کرتے ہیں کہ قریب صبح وہ نماز تراویح سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تا کہ سحری کھانا وغیرہ سے فارغ ہو کر صبح کی نماز ادا کریں؟ ایسے بالکل نہیں ہے تو پھر وہ اس پر عمل پیرا کیوں نہیں ہوتے جس پر دوسرے مسلمان عامل ہیں۔ دوسرے مسلمانوں سے جدا اور علیحدہ راستہ کیوں اختیار کرتے ہیں؟ قرأت بھی طویل نہیں کرتے اور تراویح بھی ۸ رکعات پڑھتے ہیں۔

(۲۷) حضور نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں ساری ساری رات خود بھی بیدار رہ کر عبادت الٰہی کرتے اور اپنی ازواج مطہرات کو بھی کثرت عبادت کے لئے بیدار رکھتے۔ کیا نام نہاد اہلحدیث ۸ رکعات تراویح کی سنت پر اتنا تحریری و تقریری شور شرابہ کرنے والے اپنے علاوہ دوسروں کو بدعتی قرار دینے والے، خود کو حدیث کے سب سے زیادہ عامل قرار دینے والے بخاری شریف کی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے رمضان کے آخری عشرہ میں تمام رات بیدار رہتے ہیں؟ نوافل ادا کرتے ہیں؟ اگر نہیں کرتے تو چند جزوی وفروعی معاملات پر ہی شور شرابہ کیوں

کرتے ہیں؟

(۲۸) حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ سوال بھی اس حدیث کے دربارہ تہجد ہونے کی دلیل ہے کہ وہ ان سے ایک ایسے امر کے بارے میں پوچھ رہے تھے جس سے وہ زیادہ واقف تھیں اور وہ تہجد ہے کیونکہ اسے آپ ﷺ گھر میں ادا فرماتے تھے (واہل بیت ادری بمافیہ)۔پس اگر ان کا یہ سوال تراویح کے بارے میں ہوتا تو وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بجائے کسی صحابی سے اس کی وضاحت پوچھتے کیونکہ تین رات کی جماعت تراویح میں بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل تھے۔

(۲۹) اس حدیث کے مرکزی راوی حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔اگر یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہوتی تو وہ اسے اپنا مذہب بناتے ہوئے آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہوتے جب کے علیٰ التحقیق آٹھ تراویح ان کا مذہب نہیں۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

(۳۰) اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے مگر وہ بھی آٹھ رکعات کے قائل نہیں۔ یہ بھی اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اس روایت کو تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔ ملاحظہ ہو (مغنی ابن قدامہ ج ا ص ۸۰۳)

(۳۱) تہجد پر حضور نبی کریم ﷺ کا عمل بحکم الٰہی تھا اور تراویح کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

"کتب اللہ علیکم صیامہ وسنت لکم قیامہ"

یعنی ماہ رمضان کے روزے تم پر اللہ نے فرض فرمائے ہیں اور اس کا قیام تمہارے لئے میں مسنون کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔ (ابن ماجہ عربی صفحہ ۹۴)، (نسائی جلد ا ص ۳۰۸ طبع قدیمی)، (قیام اللیل صفحہ ۱۵۲ طبع رحیم یار خاں)، (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۵ طبع کراچی)

پہلے سے شروع شدہ تہجد کو دوبارہ مسنون کرنے کے کیا معنیٰ ہیں؟

پس ان کی مشروعیت کی تاریخ کا مختلف ہونا ان کے جداگانہ نمازیں ہونے کی دلیل ہے۔

(۳۲) سنن ابو داؤ شریف ج ا ص ۲۰۳ پر صحابی رسول جناب قیس بن طلق کی روایت میں ہے کہ (میرے والد) جناب طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان شریف میں ایک دن ہماری ملاقات کو آئے اور ہمارے پاس ہی افطاری فرمائی اور ہمارے ساتھ رات کو قیام کیا (اول شب کو تراویح پڑھی) اور وتر پڑھے۔ پھر آپ اپنی مسجد میں تشریف لے گئے (وہاں لوگ تہجد پڑھنے کے لیے آئے ہوئے تھے) اور آپ نے ان کے ساتھ نماز (تہجد) پڑھی اور وتر نہ پڑھے۔

اس طرح صحاح ستہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رات کو اول وقت میں تراویح پڑھتے تھے اور آخر رات کو تہجد ادا فرماتے تھے۔ تو ثابت ہوا کہ تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔

فتاویٰ ثنائیہ سے ثبوت

سوال: کیا نماز تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

جواب: نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے تراویح خاص رمضان میں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۶۵۶)

سوال جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۶۸۲)

سوال: رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا کہ تہجد کے بدل تراویح؟

جواب:

اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے پچھلے وقت پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے واللہ اعلم (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۶۵۴)

تمام دلائل و براہین کے مطالعہ سے ہم بآسانی یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ غیر مقلدین کا تراویح اور تہجد کو ایک قرار دینا ان کی اپنی قیاس آرائی ہے۔ ورنہ احادیث کے ذخیرہ میں ان کے ایک ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

جب مقلدین کے ساتھ کسی معاملہ میں گفتگو ہو تو فوراً کہتے ہیں ہمیں قرآن و حدیث سے دلیل دو لیکن خود بھی قیاس آرائی سے پرہیز نہیں کرتے اور اپنے قیاس سے کام لے تراویح اور تہجد کو ایک قرار دیتے ہیں۔

نوٹ:

علامہ محمد اشرف آصف جلالی (فاضل بغداد یونیورسٹی) اپنے رسالہ ''نماز

تراویح ۲۰۔رکعت سنّت ہے'' کے صفحہ۹ پر فرماتے ہیں۔

مدینہ منورہ کی عدالت عالیہ کے جج اور مسجد نبوی شریف کے مدرس عطیہ محمد سالم نے مسجد نبوی شریف میں نماز تراویح کے مختلف ادوار وعہود اور دیگر تفصیلات پر ایک کتاب ترتیب دی ہے جس کا نام ہے۔

''التراویح اکثر من الف عام فی مسجد النبوی ﷺ''

''مسجد نبوی شریف میں ایک ہزار سال سے زائدہ عرصہ کے دوران تراویح''

اس میں کسی ایک رمضان شریف میں بھی آٹھ (رکعت تراویح) کا ذکر نہیں ملتا۔ابھی چند سال پہلے ریاض دارالافتاء سعودی عرب کے ریسرچ سکالر شیخ اسماعیل بن محمد انصاری نے بیس رکعت تراویح کی حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے لیے البانی کے رد میں

''تصحیح حدیث التراویح عشرین رکعه و الرد علی الالبانی فی تضعیفه'' لکھی ہے۔

دوسری دلیل

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ	ہم نے رسول اللہ ﷺ کے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ	ساتھ رمضان شریف میں آٹھ
ثَمَانَ رَكْعَاتٍ وَاَوْتَرَ	رکعت نماز اور وتر پڑھے۔

دوسرے روز جب رات ہوئی تو ہم لوگ پھر مسجد میں جمع ہو گئے۔ امید تھی کہ

آنحضرت ﷺ نکلیں گے اور نماز پڑھائیں گے مگر آپ نہ نکلے۔ہم صبح تک مسجد میں رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہم لوگ گئے اور یہ بات بیان کی تو فرمایا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم لوگوں پر فرض نہ ہو جائے روایت کیا اسکو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی کتاب صحیح کے اندر اور طبرانی نے معجم صغیر میں اور امام مروزی نے قیام اللیل میں۔

جواب:

یہ روایت اس قابل نہیں کہ اسے آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں پیش کیا جائے۔ جہاں یہ سنداً سخت ضعیف ہے وہاں اس کے متن میں بھی شدید اضطراب ہے۔بعض دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) اس روایت میں صرف ایک رات با جماعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے جب کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ کی متعدد صحیح احادیث میں یہ ہے کہ نماز تراویح جماعت کے ساتھ تین رات پڑھی گئی تھی۔ اور ان تمام روایتوں میں سے کسی روایت میں بھی آٹھ رکعت کا کسی صحابی نے ذکر نہیں کیا۔اگر یہ اعتراض کرو کہ تمام صحابہ تینوں رات شریک نہ ہوئے۔بعض اول میں شریک ہوئے بعض دوسری اور بعض تیسری رات میں اور چونکہ حضرت جابرؓ کو ایک ہی رات میں شامل ہونا نصیب ہوا اس لئے انہوں نے صرف ایک رات کا ذکر کیا۔

تو جواباً میں یہ کہوں گا کہ ہو سکتا ہے کہ جب وہ شامل ہوئے ہوں اس وقت بارہ رکعت پڑھی جا چکی ہوں اور انہیں صرف آخری آٹھ رکعت پڑھنا ہی نصیب ہوئی

ہوں اس لئے انہوں نے آٹھ رکعت کا ہی کا ذکر کیا اور یہ یقینی بات نہیں کہ جب وہ نماز پڑھنے شامل ہوئے تو وہ آخری رات ہی تھی ایسی کوئی دلیل نہیں۔

(۲) عربی میں واحد ایک کے لیے استعمال ہوتا ہے تثنیہ دو کے لیے اور جمع تین اور اس سے زیادہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تراویح جمع کا صیغہ ہے۔ تراویح، ترویحۃ کی جمع ہے۔ اسکا تثنیہ کا صیغہ ترویحتین ہے۔

تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ ترویحہ کے معنی آرام کرنے کے ہیں اور نماز تراویح کو تراویح اس لیے کہا جاتا ہے کہ ابتدائے امر میں ہر چار رکعت کے بعد لوگ استراحت (آرام) کرتے تھے۔

صحیح بخاری جلد ثانی ص ۵۹۹ اور زرقانی شرح مؤطا امام مالک جلد اول ص ۲۱۳ مطبوعہ مصر پر ہے۔

حضرت لیث سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں صلوۃ با جماعت کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ جب لوگوں نے ابتداء جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا شروع کی تو وہ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر استراحت کرتے تھے کہ آدمی اتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھ سکے۔

بحرالرائق جلد ۲ ص ۶۶ پر ہے۔

تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ اور وہ اصل میں مصدر ہے بمعنی استراحت، چار مخصوص رکعتوں کا نام ترویحہ اس لیے رکھا گیا کہ سنت کے مطابق ان چار رکعتوں کے بعد استراحت لازم ہے۔

غیر مقلدین کا آٹھ رکعت کو تراویح کہنا ان کے عقلی طور پر دیوالیہ ہونے کی روشن دلیل ہے۔ آٹھ رکعت کو تراویح کہنا کسی طرح صحیح نہیں۔ ترویحہ چار رکعت کو کہتے ہیں۔ لہٰذا آٹھ رکعت کو ترویحتین کہنا درست ہے نہ کہ تراویح۔

معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث میں جو آٹھ رکعت نماز کا ذکر ہے۔ وہ نماز تراویح ہرگز نہیں۔ اسے نماز تہجد کہہ لیں۔ بلکہ یہ حدیث وتروں کے بارے میں بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ حدیث میں خاص تصریح ہے خشیت ان یکتب علیکم الوتر۔ کہ میں تم پر وتروں کے فرض ہونے سے ڈر گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ کوئی دوسرا واقعہ ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے وتروں کی نماز کرائی۔ وتر ایک تین یا پانچ سات نو گیارہ پڑھنا ثابت ہے۔ دو رکعت سے ایک ملا کر تین۔ آٹھ رکعت کے ساتھ ایک ملا کر نو اور یہی صورت اس حدیث میں ہے۔

(۳) کوئی ایسی حدیث موجود ہی نہیں جس کو محدثین بالاتفاق صحیح مانتے ہوں اور اس میں نماز تراویح کی آٹھ رکعت کا ذکر ہو۔

امام ترمذی، ترمذی شریف ج ۱ ص ۹۹ میں فرماتے ہیں۔

اکثر اہل علم اس طریقہ اور عقیدہ پر ہیں جو حضرت علی ؓ اور حضرت عمر ؓ اور ان کے علاوہ جو صحابہ کرام کا طریقہ ہے یعنی تراویح (۲۰ رکعت) جناب سفیان ثوری، جناب عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی بھی یہی کہتے ہیں کہ تراویح بیس رکعات ہیں اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں اسی طرح پایا کہ وہ بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ امام ترمذی کا آٹھ رکعت تراویح کا ذکر ہی نہ

فرمانا اس کی دلیل ہے۔ کہ آٹھ رکعت تراویح پر کسی کا عمل نہیں۔ آٹھ رکعت سنت سے ثابت ہی نہیں کئی محدثین علیہم الرحمۃ تو تصریح کرتے ہیں کہ نماز تراویح کی تعداد رسول کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔ اگر آٹھ رکعت کی کوئی صحیح حدیث موجود ہوتی تو وہ تعداد رکعت کے عدم ثبوت کی تصریح کیوں کرتے؟ بعض حوالے حسب ذیل ہیں ۔

۱) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان العماء اختلفوا فی عددها ولوثبت ذالک من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلف فیہ''

یعنی علماء کا تراویح کی تعداد رکعات کے بارے میں خاصہ اختلاف ہے اگر اس کی تعداد رکعات نبی کریم ﷺ کے عمل سے ثابت ہوتی تو اس میں اختلاف نہ پڑتا۔ ملاحظہ ہو (الحاوی للفتاوی جلد ا ص ۳۴۸ (رسالہ المصابیح) طبع مصر)

۲) امام کشی نے اپنی کتاب ''الخادم'' میں فرمایا'' الثابت فی الصحیح الصلوٰۃ من غیر ذکر العدد'' یعنی نبی کریم ﷺ سے تراویح ثابت ہے۔ اس کی تعداد رکعات ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو (الحاوی للفتاوی، جلد ا صفحہ ۳۵۰)

۳) امام سبکی شرح المنہاج میں فرماتے ہیں ''اعلم انہ لم ینقل کم صلی اللہ علیہ وسلم'' یعنی یقین جانیں کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے تراویح کتنی رکعات پڑھی ہیں۔ ملاحظہ ہو (الحاوی للفقاوی، جلد ا صفحہ ۳۵۰)

۴) غیر مقلدین کے پیشوا ابن تیمیہ کہتے ہیں۔ ''ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عدد معین موقت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایزید ولا ینقص فقدا خطاء'' یعنی جو یہ سمجھتا ہے کہ تراویح کی تعداد نبی کریم ﷺ سے ایسی تعیین سے ثابت ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی تو وہ غلطی پر ہے۔ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۵، حاشیہ نمبر ۵ بحوالہ مرقاۃ)

۵) غیر مقلدین کے رہنما قاضی شوکانی کہتے ہیں۔

''قصر الصلوٰۃ المسماۃ بالتراویح علی عدد معین و تخصیصها بقرائۃ مخصوصۃ لم تردبہ سنتہ''

یعنی نماز تراویح کی تعداد اور اس میں مخصوص قرأت کی تخصیص کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ ملاحظہ (نیل الاوتار جلد ۳ صفحہ ۵۸ بحوالہ کتاب التراویح از غزالی زماں)

۶) غیر مقلدین کے بزرگ نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:

''ولم یات العدد فی الروایات الصحیحۃ المرفوعۃ'' تراویح کی تعداد رکعات رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو (الانتقاد الرجیح صفحہ ۶۱)

۷) غیر مقلدین کے بزرگ مولانا وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

''ولایتقین لصلوٰۃ لیالی رمضان یعنی التراویح عدد معین''

یعنی نماز تراویح کی شرعاً کوئی تعداد مقرر نہیں۔ ملاحظہ ہو (نزل الابرار جلد ا صفحہ ۱۲۶

طبع سعید المطابع بنارس یوپی)

(۸) ایک اور غیر مقلد عالم مولانا نور الحسن بن صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی لکھتے ہیں:

''وبالجملہ عددے معین در مرفوع نیامدہ ''یعنی رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث میں تراویح کی کوئی مقرر تعداد ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (عرف الجادی، فارسی صفحہ ۸۴ طبع بھوپال)

خلاصہ یہ کہ بعض علما سلف اور خود غیر مقلدین کے بزرگوں کا یہ تصریح کرنا بھی کہ تراویح کی رکعات کی تعداد کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مولانا کی پیش کردہ اس روایت کو تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

(۴) اگر یہ حدیث نماز تراویح کے بارے میں ہوتی تو حضرت جابر ؓ جن کا وصال ۷۰ ہجری کے بعد مدینہ منورہ میں ہوا۔ وہ کس طرح ۸ رکعت سنت کے مقابلے میں ۲۰ رکعت کی بدعت کو برداشت کرتے رہے؟ کیا کبھی انہوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی؟ صحابہ کرام تو خلفاء راشدین کو بھی سنت کے خلاف حکم سے روک دیتے تھے جیسے ایک عورت کا مہر کے معاملہ میں حضرت عمر ؓ کو خبر دار کرنا اور چادروں والا واقعہ بھی مشہور ہے تو پھر یہ کس طرح یقین کر لیا جائے کہ حضرت اماں عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر ؓ سمیت دوسرے صحابہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت کے برخلاف ۲۰ رکعت تراویح کو برداشت کرتے رہے!!

(۵) اس روایت کے راویوں پر آئمہ حدیث نے شدید جرحیں کی ہیں۔

سب سے پہلے عیسیٰ بن جاریہ پر جرحیں ملاحظہ فرمائیں کیونکہ اس پر ہی اس حدیث کا مدار ہے۔

امام فن جرح وتعدیل یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا۔

لیس بذالک وہ قوی نہیں ہے۔

اور یہ بھی فرمایا عندہ مناکیر۔ کہ اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔

امام نسائی اسکو منکر الحدیث اور متروک فرماتے ہیں۔

امام ابوداؤد بھی اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔

ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعفا میں لکھا ہے۔

ابن عدی فرماتے ہیں

احادیثہ غیر محفوظۃ کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں (حافظ ذہبیؒ کی میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۱۱)، (حافظ ابن حجرؒ کی تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ ۲۰۷)

جس راوی کے خلاف علامہ ابن حجر عسقلانی امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معینؒ امام نسائی، امام ابوداؤد، ساجی و عقیلی اور ابن عدی جیسے سات ہوں ان کے مقابلے میں ابوزرعہ کا عیسیٰ بن جاریہ کو لاباس بہ (اس میں کوئی مضائقہ نہیں) فرمانا خود اس کی ثقاہت کی نفی ہے۔ کیونکہ ابوزرعہ کا لاباس ہے فرمانا ہی اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اس پر جرحیں بہت سخت ہیں لہٰذا ابن حبان اور ابن خزیمہ اس کو بھی اپنی کتاب صحیح میں لانا قطعاً قابل حجت نہیں۔

امام جرح وتعدیل یحیٰی بن معین، امام نسائی اور امام ابوداؤد نے اسے منکر
الحدیث فرمایا ہے۔اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری نے ابکار المنن ص ۱۹۱
میں امام سخاوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''منکر الحدیث وصف فی الرجل
یستحق به الترک الحدیثه ''یعنی منکر الحدیث ہونا آدمی کا ایسا وصف ہے کہ وہ
اس بات کا مستحق ٹھہرتا ہے کہ اسکی حدیث ترک کردی جائے۔

امام نسائی نے اسی لئے یہ بھی فرمایا کہ یہ متروک ہے یعنی محدیثن نے اس
سے روایت کرنا چھوڑ دیا ہے۔

اور مذید براں علامہ ذہبیؒ کا اتنی شدید جرحوں کے خود نقل کرنے کے باوجود
اس روایت کے متعلق اسنادہ وسط (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱۱) کہنا غیر مقلدین
کو قطعاً مفید نہیں کیونکہ۔یہاں وسط سے مراد حسن درجہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ ضعف
کے درمیانہ درجہ میں ہے۔

علاوہ ازیں اگر علامہ ذہبیؒ کے اس قول کو اس کے ظاہر پر رکھ لیا جائے
تو بھی یہ غیر مقلدین کو کسی طرح مفید نہیں کیونکہ اصول میں یہ امر مصرح ہے کہ حدیث
کی سند کا صحیح ہونا بھی اس کے متن کی صحت کو مستلزم نہیں۔پس سند کے وسط ہونے
سے اس کے متن کا صحیح ہونا کیسے لازم آ گیا۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے ابکار المنن میں کئی مقامات پر اس اصول کو
تسلیم کیا ہے۔نیز علامہ ذہبیؒ کے سند پر اتنی جرحوں کے باوجود اسنادہ وسط فرمانے کی
کوئی وجہ بیان نہیں فرمائی اس لئے ان کا فرمانا جیسا کہ غیر مقلدین نے سمجھا ہے معتبر

نہیں۔

نوٹ:۔ فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ دلائل المسائل
ص ۱۳۳ میں فرماتے ہیں۔

''ہم اس حدیث کا حال محدثین سے نقل کر چکے۔پھر آپ ہی انصاف کر
یں کہ جس حدیث میں عیسیٰ بن جاریہ سا شخص منکر الحدیث اور متروک ہو اسکی سند وسط
کیسے ہو سکتی ہے۔ہم ذہبی کی رائے کے مقلد نہیں ہیں کہ ایسے مجروح راویوں کی سند
کو وسط مان لیں۔علاوہ اس کے ذہبی اسکی سند کو نہ صحیح کہتا ہے نہ حسن بلکہ وسط کہتا ہے
اور (غیر مقلدین کو) وسط کا حجت ہونا ثابت کرنا چاہئے۔

دوسرا راوی یعقوب قمی ہے۔

اما دارقطنی فرماتے ہیں

لیس بالقوی کہ یہ قوی نہیں

میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۲۴ مطبوعہ مصر

تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۹۱

امام یحیٰی بن معینؒ فرماتے ہیں

لا اعلم احدا روی عنہ غیر یعقوب القمی

قیام اللیل کی روایت میں محمد بن حمید رازی بھی ہے۔جسکو تقریب میں
ضعیف لکھا ہے۔

یعقوب بن شیبہ اسکو کثیر المناکیر فرماتے ہیں یعنی منکر حدیثیں بکثرت

روایت کرتا ہے اور امام بخاری فرماتے ہیں فیہ نظر ابوزرعہ اسکو کاذب کہتا ہے۔ (میزان الاعتدال)

اور بیہقی اپنی سنن میں کہتے ہیں کہ قوی نہیں۔ نسائی نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں۔

مذید جرح کے لئے ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ج۹ ص۱۲۹ تا ۱۳۰

میزان الاعتدال ج۳ ص۵۰ مطبوعہ مصر

امام بخاری جسکو فیہ نظر فرمائیں وہ متہم واہی متروک الحدیث ہوتا ہے۔ (الرفع والتکمیل ص۲۸)

اب ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ جس حدیث کے راویوں کا یہ حال ہو وہ بھی قابل حجت ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

(۶) دین الحق ص۵۲۲ میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں مذکورہ روایت کو درج کر کے نقد وغیرہ نہیں کیا (فتح الباری ج۳ ص۱۰) جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ راویت ان کے نزدیک بھی کم از کم حسن درجہ کی ضرور ہے کیونکہ انہوں نے شرح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں شرح میں صحیح اور حسن احادیث ہی لاؤں گا۔ (مقدمہ فتح الباری ص۳) اور خود اکابر احناف نے اس چیز کا اقرار کیا ہے۔ (دلائل المسائل ص۱۳۳)

اس کے جواب میں میں عرض کرونگا کہ انسان سے بھول ہو جاتی ہے۔ اگر امام ابن حجرؒ نے روایت درج کر کے نقد وغیرہ نہیں کیا تو اس سے یہ ضعیف حدیث حسن نہیں ہوسکتی۔ امام ابن حجرؒ اس مقام پر بھول گئے اس کا ثبوت ہمارے امام ابن حجرؒ

کے حوالے سے عیسیٰ بن جاریہ پر (تہذیب التہذیب ج۸ ص۲۰۷) جرح ہے اسکا مطالعہ فرمالیں۔ امام ابن حجرؒ کی جرح کے معلوم ہوتے ہوئے ان سے ہی دلیل پیش کرنا مسلکی تعصب اور لوگوں کو جھوٹے دلائل سے قائل کرنا ہے۔

(۷) جس طرح کچھ علماء نے حضرت اماں عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات پڑھنے کی حدیث سے ۸ رکعت تراویح کو دلیل بنایا جسکا کہ ہم نے پیچھے رد فرمادیا۔ اس طرح کچھ علماء کرام مثلاً علامہ بدر الدین عینیؒ حنفی، امام ابن الہمام حنفی، علامہ ابن نجیمؒ حنفی مصری، مولانا عبدالحیؒ حنفی لکھنوی، علامہ علی قاری حنفیؒ وغیرہ بھی اس حدیث کے امام ابن حبان اور ابن خزیمہ کے اپنی اپنی صحیح میں درج کرنے سے ۸ رکعت بیان کرتے ہیں لیکن ان کا بیان کرنا قطعاً حجت نہیں۔

کیونکہ کوئی بھی غیر مقلد یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ ان علماء کرام نے مسلمانوں کے عملی اجماع بیس رکعات تراویح ادا کرنے سے انحراف کیا ہو۔ انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ بعد کے زمانہ میں غیر مقلدین کے ٹولہ کا بھی ظہور بے نور ہونے والا ہے۔ اس لئے ایسا انہوں نے اس روایت کے امام ابن حبان اور ابن خزیمہ کے راویت کرنے کی وجہ سے بیان فرمادیا۔

اور جس پر کوئی خود عامل نہ ہو اس کو اس سے دلیل میں پیش نہیں کیا جاسکتا نیز منکر الحدیث اور متروک راوی کی حدیث سے کوئی بھی اہل علم دلیل نہیں پکڑ سکتا۔ یہ نام نہاد اہلحدیثوں (غیر مقلدوں) کا ہی کام ہے کہ منکر الحدیث سے [illegible]

پکڑتے ہیں۔

تیسری دلیل

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رمضان میں حضرت اُبی بن کعب ؓ نے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضور! رات کو ایک بات ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ کیا؟ اے ابی! انہوں نے کہا حضور! میرے گھر کی عورتیں کہنے لگیں۔ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں اس لیے ہم تمہارے پیچھے نماز پڑھیں گی (اور قرآن سنیں گی) تو میں ان کو آٹھ رکعت پڑھائیں اور وتر بھی۔ پس آپ نے یہ سن کر سکوت فرمایا۔ گویا (سکوت سے) اس بات کو پسند کیا۔

جواب:

۱) یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے اس کی سند بھی وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی لہٰذا اس روایت سے احتجاج کرنا درست نہیں۔

۲) دین الحق ص ۵۲۳ میں ہے۔ علامہ ھیثمی (صاحب مجمع الزوائد) نے لکھا ہے کہا اس کی سند حسن ہے جواباً عرض کہ:

جب اس کی سند پر محدثین کا سخت کلام موجود ہے تو وہ حسن کیسے ہوگئی اور اسے صاحب مجمع الزوائد کا حسن کہنا بے دلیل ہے۔ مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری صاحب غیر مقلد نے اپنی کتاب ابکار المنن میں کئی مقام پر لکھا ہے کہ ھیثمی کے کسی حدیث کو حسن یا صحیح کہہ دینے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ مجمع الزوائد میں ان کی بے شمار اغلاط پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ وہ اس کے صفحہ ۷۵ پر لکھتے ہیں۔

"ولا یطمئن القلب بتحسین الھیثمی فان له اوھامافی مجمع الزوائد" یعنی ھیثمی کی تحسین سے دل مطمئن نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کو مجمع الزوائد میں بہت وہم ہوا ہے۔

نیز صفحہ ۱۹۹ پر لکھا ہے۔

وہ یطمئن القلب علیٰ تصحیح الھیثمی

یعنی ھیثمی کی تصحیح پر دل مطمئن نہیں ہوتا

حافظ ابن حجرؒ نے اوھام کو تلاش کرنے کے بعد تعقب لکھنا شروع کیا تھا مگر ھیثمی کو معلوم ہوا تو وہ ناراض ہوئے اس لئے ابن حجرؒ نے اوھام کی تلاش چھوڑ دی۔

بتایئے! کل تک جو کتاب غلطیوں کا پلندہ اور غیر معتبر تھی آج وہ کیسے حجت بن گئی؟

(۳) دین الحق ص ۵۲۳ پر ہے

الغرض اس صحیح حدیث کا یہ مفاد ہے کہ اس میں تقریری سنت کا بیان ہے کہ صحابی نے آٹھ رکعت نماز نفل رمضان المبارک میں پڑھائے اور نبی کریم ﷺ نے اطلاع پانے کے باوجود انکار نہیں کیا اور نہ ہی حضرت ابی بن کعب ؓ کو منع فرمایا کہ اگر آٹھ رکعت نماز تراویح خلاف سنت اور نبی ﷺ کی طبیعت کے خلاف ہے۔ تو آپ ﷺ ضرور منع فرماتے

"جواباً عرض ہے کہ حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ یہ تراویح تھی۔ یہ رات کا واقع ہے"۔

کیا اس سے تہجد مراد نہیں ہو سکتی جو کہ آپ رمضان اور غیر رمضان میں اکثر ۸ رکعت ادا کرتے تھے۔

نیز قیام اللیل ص ۱۵۵ اور مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۷۷) میں ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابی کے ساتھ پیش آیا۔ مگر مسند احمد (ج ۵ ص ۱۱۵) میں اس طرح ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضرت ابی نے انہیں بتایا تھا کہ یہ واقعہ کسی اور شخص کا ہے پس اس اختلاف سے بھی یہ روایت محل نظر ہو جاتی ہے۔

نیز اس واقعہ کا رمضان المبارک میں پیش آنا یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ قیام اللیل صفحہ ۱۵۵ میں ''فی رمضان'' کے الفاظ ہیں۔ اور مجمع الزوائد میں ''یعنی فی رمضان'' کے الفاظ ہیں جسکا مفاد یہ ہے کہ حضرت جابر نہیں بلکہ نیچے کا کوئی راوی بطور تشریح کہہ رہا ہے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں پیش آیا اور مسند احمد (ج ۵ ص ۱۱۵ طبع مکہ مکرمہ) میں نہ تو ''فی رمضان'' کے لفظ ہیں اور نہ ہی اس میں ''یعنی فی رمضان'' کے الفاظ ہیں۔ جو اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اصل روایت میں یہ لفظ نہیں ہے۔

اثر حضرت سائب بن یزید

حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت ابی بن کعب ؓ اور حضرت تمیم داری ؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو قیام رمضان گیارہ رکعت پڑھائیں۔ (موطا امام مالک ص ۹۸)

اب حضرت سائب بن یزید ؓ کی روایت جو بیہقی نے معرفۃ السنن ص ۳۶۷ میں روایت کی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرِ

سائب بن یزید صحابی ؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر ؓ کے زمانہ میں بیس ۲۰ رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

اسکی سند کو علامہ سبکی نے شرح منہاج میں اور علی قاری نے شرح مؤطا میں صحیح فرمایا ہے (آثار السنن ج ۲ ص ۵۵) (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۵)

اس حدیث کو امام مالک نے بھی یزید بن خصیفہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ دیکھو فتح الباری جز ۸ ص ۳۱۶ اور فتح الباری کی حدیث صحیح یا حسن ہوتی ہے کما صرح فی مقدمہ اور امام نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اب ہم گیارہ رکعت والے اثر پر بحث کرتے ہیں۔

۱) گیارہ رکعت والا اثر مضطرب ہے اس لیے کہ سائب بن یزید کے شاگرد ہیں محمد بن یوسف اور محمد بن یوسف کے پانچ شاگرد ہیں اور سب کے بیان مختلف ہیں

۲) سائب بن یزید کے دوسرے شاگرد ہیں یزید بن خصیفہ جو بیس رکعت روایت کرتے ہیں اور ان کی روایت کو محمد بن یوسف کی روایت پر ترجیح ہے کیونکہ ان کے سب شاگردوں کا بیس ۲۰ رکعت پر اتفاق ہے اور محمد بن یوسف کے پانچوں

شاگرد۔

ا۔امام مالک ۲۔یحیٰی ابن قطان ۳۔عبدالعزیز بن محمد

۴۔محمد بن اسحاق ۵۔عبدالرزاق کے استاد داؤد بن قیس

کے بیانات مختلف ہیں۔

اور یزید بن خصیفہ سے تین شخص روایت کرتے ہیں

۱) ابن ابی ذئب (سنن الکبریٰ بیہقی ج۲ص۴۹۶)=ان کے اثر کو امام نووی ،امام عراقی اور سیوطی وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔(تحفتہ الاحوذی ج۲ص۷۵، آثار السنن ج۲ص۵۴)

۲) محمد بن جعفر (نصب الرایہ ج۲ص۱۵۴)=ان کے اثر کو علامہ سبکی نے شرح منہاج اور علی قاری نے شرح موطا میں صحیح قرار دیا ہے(آثار السنن ج۲ص ۵۴)(تحفتہ الاحوذی ج۲ص۷۵)

۳) امام مالک (فتح الباری ج۴ص۲۵۳)=فتح الباری کی حدیث صحیح یا حسن ہوتی ہے۔

اور یہ تینوں بالاتفاق یزید بن خصیفہ سے بیس رکعات روایت کرتے ہیں۔

اگر اس اضطراب کے رفع کے لئے ترجیح دی جائے تو یزید بن خصیفہ کی روایت کو دی جائے گی کیونکہ اس کے تینوں شاگرد بیس رکعات پر متفق ہیں اور محمد بن یوسف کے شاگرد مختلف ہیں ان میں سے بھی ایک نے بیس رکعت روایت کی ہے۔

اور اسکی تائید ان دو اثروں سے بھی ہوتی ہے جس کو یزید بن رومان اور یحیٰی بن سعید

نے روایت کیا ہے۔ابن عبدالبر نے بھی محمد بن یوسف کی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ جیسے کہ علامہ زرقانی نے شرح موطا میں نقل کیا ہے۔

قال ابن عبدالبر روی غیر مالک فی هذا الحدیث احدی وعشرون رکعته وهو الصحیح ولااعلم احدا قال فیه احدی عشره الا مالکاو یحتمل ان یکون ذالک اولاثم خفف عنهم طول القیام و نقلهم الی احدی و عشرین الا ان الاغلب عندی ان قوله احدی عشرة وهم . انتهی

ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں (یعنی حدیث امر عمر ؓ) امام مالک کے سوا دوسروں نے اکیس رکعت روایت کی ہیں اور یہی صحیح ہے میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس حدیث میں بجز امام مالک کے گیارہ رکعت کہا ہو۔احتمال ہے۔کہ پہلے یہ ہوا ہو پھر طول قیام سے تخفیف کر کے اکیس رکعت کر دی ہوں۔مگر میرے نزدیک اغلب یہ ہے کہ گیارہ رکعت کا قول وھم ہے۔

امر بیان کرنے میں امام مالک منفرد ہیں باقی چاروں حکم دینے کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔اور عبدالرزاق کے استاد داؤد بن قیس اکیس کا عدد ذکر کرتے ہیں۔

اصول حدیث کہ قاعدے کے مطابق مضطرب حدیث حجت نہیں۔

(۳) موطا امام مالک کتاب الصلوۃ فی رمضان کے باب ’’مَا جَآءَ فِی قِیَامِ رَمَضَانَ‘‘ میں امام مالکؒ سائب بن یزید ؓ کے اثر کے آگے حضرت یزید بن رومان ؓ کا تیس رکعت کا اثر بیان کرنے کے بعد یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

"داؤد بن حصین نے اعرج کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے لوگوں کو اسی حال میں پایا کہ وہ رمضان میں کافروں پر لعنت کیا کرتے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ قاری سورۃ البقرہ کو آٹھ رکعتوں میں پڑھتا اور جب باقی بارہ رکعتیں پڑھی جاتیں تو لوگ دیکھتے کہ وہ ہلکی کردی ہیں"۔

اسکی سند صحیح ہے۔

امام مالک کے ایک اثر سے ۸ رکعت تراویح کو سنت اور باقی کو ادا کرنے والے بدعتی قرار دینے والے غیر مقلدین کو سوچنا چاہیے کہ مضطرب اثر سے دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔امام مالک ہی موطا امام مالک میں آٹھ رکعت سے زائد ادا کرنے کے دو اثر اور بیان فرمارہے ہیں۔اور امام مالک اور ان کے مقلدین کا عمل بھی ۸ رکعت کو غلط ثابت کررہا ہے۔تو پھر ۸ رکعت تراویح کس طرح صحیح ہوسکتی ہے۔

(۴) اگر تم کہو کہ ہمارے پیش کردہ اثر کی سند صحیح ہے۔تو میں کہوں گا کہ امت کے عملی اجماع کے مقابلے میں تمہارا اثر حجت نہیں۔اور صحابہ کرام سے صحیح حدیث سے ۲۰ رکعت تراویح ادا کرنا، ثابت ہے۔اور قاعدہ بھی ہے کہ جب دو متضاد حدیثیں ہوں تو دیکھا جاتا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل کس کے مطابق ہے۔

ابوداؤد شریف ج ا ص ۲۶۳ میں ہے

اذا تنازع الخبران عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر بما اخذ بہ اصحابہ	جب ہمارے سامنے دو متضاد حدیثیں ہوں تو دیکھا جائیگا کہ صحابہ کرام کا عمل کس کے مطابق ہے

اس قاعدے کے مطابق بھی عمل بیس رکعت تراویح پر ہی ہوگا۔

(۵) غیر مقلدین جب حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷛ کی ترک رفع یدین کا جواب نہیں دے پاتے تو وہ اسے مضطرب ثابت کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں صراط مستقیم اور اختلاف امت ص ۱۹۳ ایک روایت میں ہے کہ ابن مسعود نے صرف پہلی مرتبہ ہی رفع یدین کیا دوسری روایت میں ہے کہ ابن مسعود نے پہلی مرتبہ رفع یدین کیا پھر دوبارہ نہیں کیا۔

تیسری روایت میں ہے کہ ابن مسعود ﷛ نے تکبیر سے پہلے رفع یدین کیا بعد میں نہیں کیا۔

چوتھی میں ہے کہ ابن مسعود ﷛ نے صرف ایک ہی مرتبہ رفع یدین کیا۔

اب ان بیوقوفوں سے کوئی پوچھے کہ اس میں اضطراب کیسے پیدا ہوگیا۔

کیا کسی حدیث میں رکوع جاتے وقت رفع یدین کا ذکر آیا۔

کیا کسی حدیث میں رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر آیا۔

کیا کسی حدیث میں سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ذکر آیا۔

کیا کسی حدیث میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر آیا۔

اگر نہیں آیا تو حدیث مضطرب کیسے ہوگی۔

۸ رکعت تراویح کا اضطراب بالکل واضح ہے اس لئے اصول حدیث کے مطابق یہ قطعاً حجت نہیں۔

امام مالکؒ کا اپنا عمل ہی اسے نا قابل عمل ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

اگر کہو کہ امام مالک اور اہل مدینہ وتر اور اس کے بعد والی دو رکعت سمیت اکتالیس رکعات تراویح ادا کرتے تھے۔

یہ ۴۱ رکعت بھی دراصل ۲۰ رکعات ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اہل مکہ ہر چار رکعت تراویح کے بعد طواف کعبہ کرتے تھے۔ اہل مدینہ اسی طواف کے بدلے چار رکعت نفل بغیر جماعت کے پڑھنے لگے۔ اور اس میں ۳ رکعت وتر اور اس کے بعد کی دو رکعت نفل بھی شامل ہیں۔ اس طرح سے مطابق نقشہ ذیل یہ کل ۴۱ رکعتیں ہوئیں۔

نقشہ یہ ہے۔

۴ تراویح۔ ۴ نفل۔ ۴ تراویح۔ ۴ نفل۔ ۴ تراویح۔ ۴ نفل

۴ تراویح۔ ۴ نفل۔ ۴ تراویح۔ ۳ وتر۔ ۲ نفل۔ =۴۱ (ملاحظہ ہو الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۴۸ طبع مصر)

نوٹ۔ اعتراضات کے جوابات کے لئے زیادہ تر کتاب التراویح (فقیہ اعظم) اور آٹھ تراویح کے دلائل کا تحقیقی جائزہ (مفتی محمد عبد المجید خاں سعیدی) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

حدیث

نماز حبیب کبریاء میں علامہ حافظ عبد الرزاق چشتی بھترالوی حطاروی ملاحظہ نے ایک حدیث اور سند بیان کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"عن یذید بن خصیفة عن السائب بن یذید قال کانوا

یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعته قال و کانو یقرئون بالمئین و کانوا یتو کئون علی عصیهم فی عهد عثمان بن عفان من شدة القیام"

(بیہقی باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان)

سائب بن یذید کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب ؓ کے زمانہ میں رمضان شریف کے مہینہ میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں اور کئی کئی سو آیتیں ان میں پڑھی جاتیں اور حضرت عثمان ؓ کے زمانہ میں تراویح میں اتنا لمبا قیام ہوتا کہ لوگ اپنی لاٹھیوں پر سہارا لگاتے۔

اس حدیث کی سند کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

"واسناد صحیح" اسکی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بیہقی رحمتہ اللہ نے سنن کبریٰ میں ذکر کی۔ اسکی پوری سند یہ ہے

"اخبرنا ابو عبد الله الحسین بن محمد الحسین ابن فنجویه الدینوری بالدامغان ثنا احمد بن محمدبن اسحاق السنی عبد الله بن محمد بن عبدالعزیز البغوی ثنا علی بن الجعد انبأ نا ابن ابی ذئب عن یذید بن خصیفة عن السائب ابن یذید"

"رجال اسناده کلهم ثقات" اس سند میں تمام راوی ثقہ حضرات ہیں۔ خصوصاً ابوعبداللہ بن فنجویہ الدینوری کے متعلق بیان کیا گیا۔

"فهو من کبار المحدثین فی زمانه لایسئل عن مثله"

وہ اپنے زمانے کے محدثین میں سے بڑے محدث ہیں اس وقت ان کی مثل کوئی نہیں تھا۔ (طبقات الحفاظ للذھبی)

احمد بن محمد بن اسحاق المعروف بابن سنی کے متعلق کہا گیا ہے ''کان دینا خیر اصدوقا'' وہ دیندار تھے، ہر طرح کے اچھے کام کرنے والے تھے۔ اور بہت بڑے سچے انسان تھے اور یہ نسائی کے راوی ہیں۔ (طبقات الحفاظ للذھبی)

ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بغوی کے متعلق ذھبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے۔

''ابوبکر کان ثقۃ ثبتا فھما عارفا''

ابوبکر عبداللہ ثقہ راوی تھے، حافظہ کامل تھا کامل فہم کے مالک تھے اور عارف تھے علی بن جعد بخاری کے شیوخ میں سے ایک تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ نے بیان کیا ''انه ثقة '' وہ ثقہ راوی تھے۔

ابن ابی ذئب کے متعلق تقریب میں کہا گیا۔

''انہ ثقۃ فقیہ فاضل''

وہ ثقہ راوی ہیں اور فقیہ وفاضل ہیں۔

یذید بن خصیفہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ اصل میں وہ یذید بن عبد اللہ بن خصیفہ ہیں ان کے متعلق بھی تقریب میں مذکور ہے۔ انہ ثقۃ وہ ثقہ راوی ہیں۔

سائب ابن یذید، صحابی صغیر تھے، واضح ہوا تمام راوی ثقہ تھے اس لئے صرف زبانی طور پر حدیث کو ضعیف کہہ کر جان نہیں چھڑائی جاسکتی اور نہ ہی کس معاند

کے قول کا اعتبار ہوگا۔ (از التعلیق الحسن ص ۳۹۴)

بیان کردہ حدیث پاک سے واضح ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی تراویح بیس رکعت ادا ہوتی تھی اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی تراویح بیس رکعت ہی تھیں۔ ملاحظہ ہو۔ (نماز حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء باب بیس تراویح کا ثبوت ص ۳۴۴ تا ۳۴۶)

۲۰ تراویح پر ۲۰ احادیث

پہلی حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ فِىْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ رمضان شریف میں ۲۰ بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

حوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۲۹۴

مسند عبد ابن حمید ص ۲۱۸

معجم طبرانی کبیر جلد ۱۱ ص ۳۹۳

سنن بیہقی جلد ۲ ص ۴۹۶

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ لیکن موضوع نہیں۔ مولوی ثناء اللہ اہلحدیث ۱۹ اپریل ۷ء کے ص ۱۰ میں لکھتے ہیں۔ ''بعض ضعیف ایسے ہیں جو امت کی تلقی بالقبول سے رفع ہوگئے ہیں''

دوسری حدیث:

مؤطا امام مالک کتاب الصلوٰۃ فی رمضان کے باب "ماجاء فی قیام رمضان" میں ہے۔

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ ، اَنَّهٗ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ، بِثَلَاثٍ وَّ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً

یزید بن رومان نے فرمایا کہ حضرت عمر ؓ کے زمانہ میں رمضان شریف کے اندر لوگ تئیس ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔

حوالہ: ۱) مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۹۸

۲) سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶

۳) مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۶۰

۴) آثار السنن ۲۵۳

یہ حدیث کہتے ہیں کہ منقطع ہے لیکن محدثین کے نزدیک موطا میں جو حدیث مرسل یا منقطع ہے دوسرے طریق سے اس کی سند متصل بھی ہے۔ اس وجہ سے یہ حدیث صحیح ہے۔

تیسری حدیث:

بیہقی نے معرفۃ السنن میں روایت کیا ہے۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَ الْوِتْرُ

سائب بن یزید صحابی ؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر ؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں سائب بن یزید اپنا عمل بیس رکعت بیان کرتے ہیں۔ اسکی سند کو علامہ سبکی نے شرح منہاج اور علی قاری نے شرح موطا میں صحیح فرمایا ہے (آثار السنن ص ۵۵)۔ اس حدیث کو امام مالک نے بھی یزید بن خصیفہ کی طریق سے روایت کیا ہے دیکھو۔ فتح الباری جز ۸ ص ۳۱۶ اور فتح الباری کی حدیث یا حسن ہوتی ہے کما صرح فی مقدمہ محدث دکن حضرت علامہ الحاج ابوالحسنات سید عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ زجاجۃ المصابیح میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں۔

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ بِالْاِسْنَادِ الصَّحِيْحِ قَالَ النَّوَوِيْ فِي الْخُلَاصَةِ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبَيْهَقِيِّ وَعَلٰى عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ مِّثْلَهٗ زجاجة المصابيح بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔

اسکی روایت بیہقی نے معرفۃ میں سند صحیح کے ساتھ کی ہے اور امام نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بیہقی کی ایک روایت میں اسی طرح ہے کہ حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی ؓ کے عہد خلافت میں بھی وتر

کے سوا تراویح کے ۲۰ بیس رکعت پڑھے جاتے تھے

چوتھی حدیث:

عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّىْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳ آثار السنن ص ۲۵۳)

یحیٰی بن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے

اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حضرت عمرؓ کا امر بھی موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ یحیٰی بن سعید انصاری نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا اس لئے یہ حدیث منقطع ہے۔ میں کہتا ہوں۔ یحیٰی بن سعید انصاری اجماعی ثقہ ہیں حدیث وفقہ کے امام ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ جھوٹ بنانا، کسی کے ذمہ جھوٹ لگانا، کبیرہ گناہ ہے۔ خود معاذ اللہ جھوٹے نہ تھے تو جھوٹ کس طرح کہہ گئے۔ یہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو بیس ۲۰ رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔ اب تم خود انصاف کرو کہ ایسا متقی زاہد عابد کیا جھوٹ کہتا ہے۔ ضرور ہے کہ ان کو حضرت عمرؓ کے زمانہ کا حال اپنے شیوخ سے معلوم ہوا ہوگا۔ ورنہ وہ کبھی ایسا نہ کہتے۔ اگر ان کو کچھ شبہ ہوتا تو جس سے انہوں نے سنا تھا۔ اس کا نام لیتے۔

پانچویں حدیث:

قَالَ محمد بن كعب القرظى كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ فِىْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِىْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً يُطِيْلُوْنَ فِيْهَا الْقِرَاءَةَ وَ يُوْتِرُوْنَ بِثَلٰثٍ قیام اللیل مروزی ص ۹۱ مختصر قیام اللیل ص ۱۵۷

محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اس میں لمبی قرأت کرتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

راوی ثقہ لیکن حدیث منقطع ہے لیکن منقطع اکثر علماء کے نزدیک حجت ہے۔ خصوصاً جب دوسری حدیثوں سے مؤید ہو۔

امام نووی مقدمہ شرح صحیح مسلم ص ۱۷ میں فرماتے ہیں۔

ومذهب مالك وابى حنيفة واحمد واكثر الفقهاء انه يحتج به و مذهب الشافعى انه اذا انضم الى المرسل مايعضده احتج به

امام مالکؒ وامام ابوحنیفہؒ وامام احمد اور اکثر فقہا حدیث مرسل سے احتجاج کرتے ہیں (یعنی ان کے نزدیک حدیث مرسل منقطع حجت ہے) اور امام شافعی کے نزدیک مرسل حدیث اس وقت حجت ہے

جبکہ اس کی تائید میں کوئی دوسری حدیث ہو۔

امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔

"ضعف بالا نقطاع وھو عند نا کالا رسال بعد عدالة الرواة و ثقتھم لایضر"

کہ انقطاع ہمارے نزدیک مثل ارسال کے ہے جبکہ راوی ثقہ اور عادل ہوں تو ضرور نہیں۔

اور علامہ زیلعیؒ نصب الرایہ ج ا ص ۳۵۳ میں فرماتے ہیں۔

والمرسل اذاو جد له مايوافقه فهو حجة باتفاق

مرسل حدیث کے موافق اگر کوئی روایت پائی جائے تو پھر وہ بالاتفاق حجت ہے۔

ابن قیم نے بھی مرسل حدیث کو حجت تسلیم کیا ہے دیکھئے زاد المعاد ج ا ص ۱۰۳۔

پس یہ حدیث امام مالک وامام اعظم وامام احمد کے نزدیک حجت ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک بھی حجت ہے۔ اس لئے کہ پہلی اور دوسری تیسری حدیث اس کی تائید میں ہیں اور صحابہ کا بلکہ اکثر فقہا وعلماء کا اس پر عمل ہے۔

اگر یہ اعتراض کرو کہ بعض محدثین کرام مرسل حدیث کو حجت تسلیم کرنے میں متفق نہیں تو میں جواباً عرض کروں گا کہ کیا امام مالک محدث نہیں یا امام احمد محدث نہیں اگر اس اصول کو ہی تسلیم کرلیا جائے تو اکثر ذخیرہ حدیث بیکار ہو جائے اور بہت

سے معاملات میں کوئی دلیل ہی نہ رہے۔

چھٹی حدیث:

حافظ ابن حجر نے تلخیص میں بروایت ابن ابی شیبہ وبیہقی لکھا ہے اور سیوطی نے بھی مصابیح میں نقل کیا ہے۔

عَنْ عُمَرَ اِنَّهٗ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً

حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ابی ابن کعب کے پیچھے نماز پڑھنے پر جمع کیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح رمضان شریف میں پڑھاتے تھے۔

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ ابی ابن کعب سے بیس رکعت ہی صحیح ہیں۔ (عینی ص ۳۵۷ جلد ۵)

ابن تیمیہ نے حضرات ابی بن کعب کا بیس رکعت پڑھنا لکھا ہے۔ (دیکھئے مرقاۃ) (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ا ص ۱۸۶)

ساتویں حدیث:

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رَفِيْعٍ قَالَ كَانَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّيْ

عبد العزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ ابی ابن کعبؓ رمضان شریف

بِالنَّاسِ فِیْ رَمَضَانَ بِالْمَدِیْنَةِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَ یُوْتِرُ بِثَلٰثٍ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) (آثار السنن ص ۵۵)

میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح مدینہ شریف میں پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر (مصنف ابن ابی شیبہ باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

کہتے ہیں یہ بھی منقطع ہے میں کہتا ہوں منقطع حجت ہے۔ منقطع حجت ہونے کے دلائل پیچھے نقل کر دیئے ہیں۔

آٹھویں حدیث:

شیخ الاسلام عینی "شرح صحیح بخاری" ص ۳۵۷ "جلد ۵" میں ابن عبدالبر سے نقل کرتے ہیں۔

روی الحارث بن ابی ذباب عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کَانَ الْقِیَامُ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَةً

سائب بھی یزید صحابی ؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ کے زمانہ میں قیام (تراویح) بیس رکعت تھا۔

ابن ذباب کو ابن حبان نے ثقات میں سے شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۴۸)

نانویں حدیث:

شیخ الاسلام عینی شرح صحیح بخاری ص ۳۵۷ ج ۵ میں فرماتے ہیں۔

روی عبد الرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیرہ عن محمد بن یوسف عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِیْ رَمَضَانَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَعَلٰی تَمِیْمِ الدَّارِمِیِ عَلٰی اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ رَکْعَةً

عبد الرزاق اپنی مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے لوگوں کو رمضان شریف میں ابی بن کعب و تمیم دارمی پر اکیس رکعت تراویح پر جمع کیا۔

اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ایک رکعت وتر پر محمول ہے۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر ؓ نے بیس رکعت پر لوگوں کو جمع کیا ابن عبدالبر نے اس روایت کو صحیح اور اس کے خلاف گیارہ رکعت والی کو امام مالک کا وہم قرار دیا۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۱۵)

دسویں حدیث:

عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امره ان یصلی باللیل فی رمضان فقال ان الناس یصومون النهار ولا یحسنون ان یقرؤا فلو قرأة علیهم باللیل فقال یاامیرالمؤمنین هذا شئ لم یکن فقال قد علمت ولکنه حسن فصلی بهم عشرین رکعة (کنز العمال ج۸ ص۴۰۹ آثار السنن ج۲ ص۵۷)

حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ کو حکم دیا کہ رمضان شریف میں لوگوں کو رات کی نماز پڑھائے کہ لوگ دن کو روزے رکھتے ہیں اور قرأت نہیں جانتے اگر تو ان پر رات کو پڑھے، تو اچھا ہے، ابی بن کعب نے عرض کی اے امیرالمومنین یہ شے پہلے نہ تھی، حضرت عمرؓ نے فرمایا میں جانتا ہوں (یہ صحیح ہے) لیکن یہ کام اچھا ہے تو ابی ابن کعب نے ان کو بیس رکعت پڑھائیں۔

صاحب کنزالعمال نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے۔

ان دس حدیثوں سے ثابت ہوا کہ صحابہ تابعین حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے بلکہ چوتھی حدیث میں تو صریح ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیس رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ عقل سلیم کبھی اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جو صحابی و تابعی تھے وہ حضرت عمرؓ کے حکم کے بغیر ہی

بیس رکعت پڑھتے ہوں اور حضرت عمرؓ کو اس کا علم نہ ہو۔

کہتے ہیں کہ بے شک علم تھا مگر چونکہ بطور نفل بیس رکعت پڑھتے تھے۔ اس لئے آپ نے منع نہ فرمایا۔ میں کہتا ہوں اگر بیس رکعت بطور نفل پڑھتے تو کبھی تم بھی پڑھتے۔ بیس رکعت معین کیوں کرتے۔ بیس رکعت کا معین کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کو سرور عالم ﷺ سے بیس رکعت کا ثبوت حاصل تھا۔

گیارہویں حدیث:

ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد نمبر۴ ص۲۲۴ میں لکھتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ اَنَّ عَلِیًّا دَعَا الْقُرَّآءَ فِیْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ رَجُلًا یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَّکَانَ عَلِیٌّ یُوْتِرُ بِهِمْ (سنن کبریٰ بیہقی ج۲ ص۴۹۶)

حضرت علیؓ نے رمضان شریف میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے اور خود حضرت علیؓ ان کو وتر پڑھاتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں بھی حضرت علیؓ کے حکم سے بیس رکعت پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حماد بن شعیب بھی ہے جو ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں اس حدیث کی دوسری سند بھی ہے وہ یہ ہے۔

بارھویں حدیث:

عَنْ اَبِی الحسناء اِنَّ عَلِیَّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَمَرَ رَجُلًا اَنْ یُصَلِّیَ بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً۔

ابی الحسناء کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویحے بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

(سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۷)

اس حدیث کی ایک اور سند ہے جو یہ ہے۔

تیرھویں حدیث:

عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء اِنَّ عَلِیًّا اَمَرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ بِھِمْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً (اَخْرَجَہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ جوھر النقی)

حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ رمضان شریف میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے۔

یہ تینوں روائتیں ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں۔ علامہ عینی نے بھی شرح صحیح بخاری جلد ۳ کے صفحہ ۵۹۸ میں بحوالہ مغنی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ کبیری ص ۳۸۸ شرح منیہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

چودھویں حدیث:

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں قیام اللیل مروزی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

اخبرنا یحی بن یحیی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن یذید بن وھب قَالَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ یُصَلِّیْ لنافِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ فَیَنْصَرِفُ وَ عَلَیْہِ لَیْلٌ قَالَ الْاَعْمَشُ کَانَ یُصَلِّیْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔

حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ماہ رمضان میں ہمیں نماز پڑھا کر نکلتے تو ابھی رات باقی ہوتی۔ اعمش کہتے ہیں کہ وہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اعمش نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو نہیں پایا اس لیے یہ روایت منقطع ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اعمش تابعی ہیں اور تابعی کی منقطع ہمارے نزدیک بلکہ امام مالک کے نزدیک بھی حجت ہے۔

پندرھویں حدیث:

عَنْ عَطَا قَالَ اَدْرَکْتُ النَّاسَ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ ثَلَاثًاوَّ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً بِالْوِتْرِ

حضرت عطا (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کو تیئس رکعت تراویح معہ وتر پڑھتے پایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۳) (آثارالسنن ج۲ص۵۵)

حضرت عطا ثقہ راوی ہیں آپ نے دوسو صحابہ کرام کو دیکھا (تہذیب التہذیب ج۷ص۲۰۲)

علامہ نبوی نے اس کی سند کو حسن فرمایااورسند یہ ہے۔

حدثنا ابن نمیر عن عبد المالک عن عطا الخ

اس حدیث کومروزی نے بھی قیام اللیل ص۹۱میں ذکر کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا بیس رکعت پرعمل تھا۔

سولھویں حدیث:

اخبرنا ابو ذکریا بن ابی اسحاق ثنا ابو عبد اللہ محمد بن عبد الوھاب ثنا جعفر بن عون ثنا ابو الخصیب قَالَ کَانَ یَؤُمُّنَا سَوِیْدُ بْنُ غَفَلَۃَ فِیْ رَمَضَانَ

ابوخصیب کہتے ہیں کہ سوید بن غفلہ تابعی رمضان شریف میں ہماری امامت کراتے تھے۔ ہمیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔(السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الصلوۃ باب ماروی فی عددالقیام

فَیُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً

فی شھر رمضان) (سنن کبریٰ بیہقی ج۲ص۴۹۶)

سوید بن غفلہ جلیل القدر تابعی ہیں بلکہ ابن قانع نے ان کو صحابہ میں ذکر کیا ہے کہ (تہذیب) مدینہ شریف میں اس روز آئے جس روز نبی کریم ﷺ کو دفن کیا گیا (تقریب) ۸۰اور یا۸۱ھجری میں آپ فوت ہوئے۔ایک سوتیس سال کی عمر پائی۔خلفاء اربعہ کا زمانہ پایااوران سے روایت کی (تہذیب)

ایسے جلیل القدر تابعی بیس رکعت پڑھتے ہیں کیا عقل سلیم باور کرسکتی ہے کہ ان کے پاس بیس رکعت کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ ہرگزنہیں۔اس حدیث کی سند حسن ہے۔ آثار السنن تہذیب التہذیب ص ۲۷۸ جلد۴ اور تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۶ میں سوید کوابی بن کعب کے شاگردوں سے لکھا گیا ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ ان کا بیس رکعت پڑھنا ابی بن کعب سے ماخوذ ہے۔

سترھویں حدیث:

وکیع عَنْ نافع بن عمر قَالَ کَانَ ابْنُ اَبِیْ مَلِیْکَۃَ یُصَلِّیْ بِنَافِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً

حضرت نافع بن عمر ؓ کہتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ (تابعی) رمضان شریف میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

اس کی سند صحیح ہے۔

یہ ابن ابی ملیکہ وہ جلیل القدر تابعی ہیں جنہوں نے تیس صحابہ کو دیکھا۔ بلکہ تہذیب میں ۸۰ صحابہ کا دیکھنا لکھا ہے۔ اگر صحابہ کرام میں بیس رکعت تراویح کا عام رواج نہ ہوتا تو یہ تابعی کیوں بیس رکعت پڑھتے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کے زمانہ میں عموماً بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھی۔ اسی طرح تابعیوں کے زمانہ میں بھی بیس رکعت پڑھی گئیں۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ یہ لوگ ہم سے زیادہ متبع سنت تھے۔ اگر سنت سے بیس رکعت کا ثبوت نہ ہوتا تو یہ لوگ ہرگز بیس نہ پڑھتے۔

اٹھارھویں حدیث:

عن سعید بن عبید اَنَّ عَلِیَّ بْنِ رَبِیْعَۃَ کان یصلی بھم فی رمضان خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ

حضرت سعید بن عبید کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ربیعہ (تابعی) رمضان شریف میں ہمیں پانچ ترویحے (بیس رکعت) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) (آثار السنن ص ۲۵۴) (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب

الصلوٰۃ باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

اسکی سند صحیح ہے۔

انیسویں حدیث:

عَنْ عبد اللہ بن قیس عن شتیر بن شکل اِنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالوِتْر

حضرت عبد اللہ بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت شتیر بن شکل (تابعی) رمضان شریف میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۹۳)

بیہقی نے اس روایت کی نسبت لکھا ہے۔

وفی ذالک قوۃ یہ روایت قوی ہے۔ (سنن الکبریٰ جلد۲ ص۴۹۶)

بیسویں حدیث:

عَنْ ابی البختری اِنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ فِیْ رَمَضَانَ وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.

حضرت ابو البختری (تابعی) رمضان شریف میں پانچ ترویحے (بیس رکعات) پڑھاتے اور تین رکعت وتر

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

اس کی سند میں کوئی تردد نہیں۔

حضرت امام محمد اپنی موطا امام محمد کے باب قیام شہر رمضان ومافیہ من الفضل کے آخر میں تراویح باجماعت ادا کرنے کی فضیلت اور تاکید میں فرماتے ہیں

ترجمہ: ''امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر ہمارا عمل ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ لوگ ماہ رمضان میں جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا کریں کیونکہ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے اور اسے اچھا سمجھا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ جس عمل کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جس عمل کو مسلمان برا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہے۔''

کتب برائے ستفادہ

۱) کتاب التراویح ---------- فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

۲) کتاب التراویح پر مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے اعتراضات کے جوابات ------ فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

نوٹ: یہ دونوں رسائل آپ کے مجموعہ رسائل ''دلائل المسائل'' میں ہیں۔ انتہائی علمی اور لاجواب ہیں۔ مزید دلائل کے لیے وہیں سے رجوع فرمائیں۔

۳) الضربات القاہرہ ------- مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی

۴) آٹھ تراویح کے دلائل کا تحقیقی جائزہ ----- مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی

۵) کتاب التراویح ------- غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
(نوٹ آپکا یہ رسالہ مقالات کاظمی جلد اول میں ہے)

۶) مشکوۃ المصابیح فی تحقیق رکعات التراویح ---- حافظ حکیم شفقات احمد کیلانی

۷) نماز تراویح ۲۰ رکعت سنت ہے ---- علامہ محمد اشرف آصف جلالی

۸) جاء الحق -------- مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

۹) ۲۰ تراویح پر ۲۰ احادیث اور منکرین پر بیس اعتراضات --- فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی رحمتہ اللہ علیہ، محدّث اعظم حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ

۱۰) نماز تراویح ------ حضرت علامہ محمد علی الصابونی سعودی عرب
مترجم: حافظ محمد اکرم مجددی

۱۱) نماز حبیب کبریاء علیہ التحیۃ و ------ علامہ حافظ عبدالرزاق چشتی
الثناء بھترالوی ہطاڑوی

۱۲) بیس رکعت تراویح ------ صاحبزادہ محمد نصیر احمد اویسی
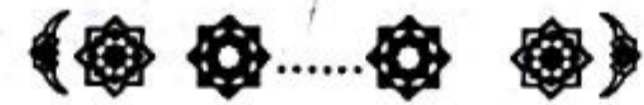
❁ ❁ ..... ❁ ❁

تمام غیر مقلدین سے بالعموم اور مولوی ثناء اللہ امرتسری سے بالخصوص

آٹھ رکعات پر بیس سوالات

از قلم

محدث اعظم حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری چشتی رحمتہ اللہ علیہ

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری:

السلام علی من اتبع الھدی۔ آپ کے بعض ''مقلدین'' اہلحدیث کہلانے والے آٹھ تراویح پر بہت زور دیتے ہیں اور بیس تراویح کو بدعت و ناجائز بتاتے ہیں اور مسلمانوں کو عبادت خدا سے روکنے کی ترغیب دیتے ہیں اور فتنہ اور شورش برپا کرتے ہیں اور اور ہیں بالکل جاہل۔ آپ سے یہ چند سوالات کرتا ہوں ان کا جواب تعصب سے الگ ہو کر نہایت انصاف سے دیجئے۔

چار برس ہوئے بریلی شریف آپ اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلدین کے جلسہ میں گئے تھے اور میں نے وہاں سے چند سوالات آپ کے مذہب کے متعلق آپ سے بذریعہ تحریر دریافت کیے مگر آپ جواب نہ دے سکے اور اب تک خاموش ہیں۔ ان سوالات کے جوابات میں ایسی خاموشی اختیار نہ کیجئے گا۔ قرآن پاک یا حدیث شریف سے جواب ہو۔ اپنی رائے کو دخل نہ ہو۔

سوالات

۱۔بیس رکعت تراویح پڑھنا جائز ہے یا ناجائز

۲۔اگر کوئی اہلحدیث بیس تراویح پڑھے یہ جان کر کہ آئمہ وصحابہ کرام کا اس پر عمل تھا تو وہ اہلحدیث غیر مقلد گنہگار ہوگا یا نہیں اور وہ اہلحدیث بیس تراویح پڑھنے سے اہلحدیث رہے گا یا نہیں۔

۳۔ایک اہلحدیث (غیر مقلد) آٹھ تراویح پڑھے اور دوسرا اہلحدیث غیر مقلد بیس تراویح پڑھے تو زیادہ ثواب کس کو ہوگا۔

۴۔تراویح کے کیا معنی ہیں شرعاً اس کا اطلاق کم از کم کتنی رکعت پر حقیقتاً ہوسکتا ہے۔

۵۔نماز تہجد کا وقت کیا ہے اور نماز تراویح کا کیا وقت ہے۔

۶۔نماز تہجد کب شروع ہوئی اور نماز تراویح کب مسنون ہوئی۔

۷۔نماز تہجد رمضان وغیر رمضان میں ہے یا نہیں۔

۸۔نماز تراویح صرف رمضان میں ہے یا نہیں۔

۹۔ہند کے اہل حدیث کہلانے والوں کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی ایک ختم قرآن مجید تراویح میں ایک ختم نماز تہجد میں سنتے تھے جیسا کہ غیر مقلدین میں مشہور ہے۔لہٰذا اگر تراویح اور تہجد ایک نماز ہے تو مولوی نذیر حسین دہلوی دونوں کو الگ الگ پڑھ کر بدعت فی الدین کے مرتکب ہوئے یا نہیں اور رمضان میں تہجد جماعت کے ساتھ پڑھنا اور اس میں ختم قرآن مجید سننا اہلحدیث کے نزدیک بدعت ہے یا سنت ہے اگر سنت ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے۔

۱۰۔صحاح ستہ یا دیگر کتب حدیث میں کیا کوئی حدیث صحیح الاسناد بالاتفاق صریح

الدلالت مرفوع متصل ہے۔جس کا یہ مضمون ہو کہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمضان میں آٹھ رکعت ''تراویح'' پڑھی ہیں۔

۱۱۔حضور نبی کریم ﷺ نے ماہ رمضان مبارک میں کتنی شب۔تراویح پڑھی ہیں جس حدیث میں اس کا ذکر ہے اس میں تعداد رکعت بیان کی ہے یا نہیں۔

۱۲۔پورے رمضان میں تراویح پڑھنا یہ کس کی سنت فعلی ہے۔صحابہ کی سنت پر عمل کرنا سنت ہے یا نہیں۔

۱۳۔بخاری ومسلم بلکہ صحاح ستہ میں تہجد کی نماز کی کتنی رکعت مذکور ہیں۔ہمیشہ آٹھ رکعت یا کم یا زیادہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات میں کتنی رکعت کا بیان ہے۔

۱۴۔صحاح ستہ میں کسی کتاب میں اکثر اہل علم جمہور صحابہ تابعین کا تراویح کے متعلق کیا عمل بتایا ہے۔بیس رکعت یا کم یا زیادہ حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے صحابہ کرام سے لیکر جمہور امت کا کیا عمل بتایا ہے۔

۱۵۔کتب حدیث میں بیس تراویح کے متعلق حدیثیں ہیں یا نہیں

۱۶۔کسی حدیث کے اسناد میں اگر بعض ضعف ہو تو جمہور امت کے تلقی بالقبول کرنے سے وہ حدیث حجت قابل عمل رہتی ہے یا نہیں۔

۱۷۔صحابہ کرام کے جس قول وفعل میں اجتہاد کو دخل نہ ہو۔وہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہے یا نہیں؟اصول حدیث میں اس کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا ہے۔

۱۸۔اگر کسی حدیث کا ایسا اسناد ہو کہ بعد کے طبقہ کا ایک راوی ضعیف ہو تو کیا اس

سے لازم آتا ہے کہ اس طبقہ سے پہلے محدثین کے نزدیک بھی وہ حدیث ضعیف ہے

۱۹۔ کیا کسی حدیث کے اسناد صحیح ہونے سے یہ ضروری ہے کہ اس کے متن حدیث پر عمل کیا جائے یا کسی حدیث کے محض اسناد ضعیف ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ متن حدیث قابل عمل نہ ہو۔

۲۰۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تراویح کی کتنی رکعت بتاتے ہیں۔ ابن تیمیہ نے تراویح کے عدد رکعت کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے۔ حضور سیدنا قطب الاقطاب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محدث نووی شارح مسلم شریف کتنی تراویح کو مسنون فرماتے ہیں۔

قرآن و حدیث کا فیصلہ

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء: آیت ۱۱۵)

ترجمہ "اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔"

● **احادیث مبارکہ:۔** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بنی اسرائیل اکہتر ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت بہتر ۷۲ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب جہنم میں جائیں گے۔ سوائے ایک کے اور وہ جماعت سے وابستہ رہنے والے ہیں۔"

(سنن ابن ماجہ شریف، جلد ۲ ص ۴۸)

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو جماعت کے دائرے سے ایک قدم بھی دور ہوا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی مگر یہ کہ جماعت میں واپس آجائے۔" (مستدرک الحاکم، جلد اول ص ۱۱۱)

● حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالےٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا اور اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے۔" (مستدرک الحاکم ج ۱ ص ۱۱۶، ترمذی شریف ج ۲ ص ۳۹)

● حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑو۔" (سنن ابن ماجہ شریف جلد ۲، ص ۲۷۴، مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

اعلان

جو غیر مقلد صاحب ان سوالات کو دیکھیں وہ اپنے ذمہ دار مولویوں سے جوابات لکھوا کر اب اس پتہ پر روانہ کریں۔
مکتبہ رضائے مصطفٰے چوک دارالسلام گوجرانوالہ۔
جن حنفیوں کو غیر مقلد بیس تراویح کے مسئلہ میں تنگ کرتے ہیں وہ ان غیر مقلدوں سے ان سوالات کے جوابات طلب کریں۔

؎ وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

درج ذیل مضمون پندرہ روزہ "رضائے مصطفٰی" جلد نمبر ۹ شمارہ ۲۴، ۷ دسمبر ۱۹۶۷ء مطابق ۴ رمضان المبارک، ۱۳۸۷ھ میں شائع ہوا تھا جو علمی وفنی لحاظ سے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اگر چہ یہ مضمون قیام پاکستان سے بہت پہلے کا ہے لیکن آج بھی اس کی افادیت اپنی جگہ برقرار ہے چونکہ ان دنوں غیر مقلدین بیس رکعت تراویح کے خلاف ہر جگہ غوغا آرائی کرتے ہیں۔ اس لیے اس کی اشاعت بہت مناسب معلوم ہوتی ہے امید ہے کہ اہل ذوق حضرات اس سے بہت محظوظ ہوں گے۔ ان سوالات کے اصل مخاطب مولوی ثناء اللہ امرتسری تو جواب دیئے بغیر ہی دنیا سے چل بسے کیا اب کوئی اور غیر مقلد ان کے جوابات کی طرف توجہ مبذول فرمائے گا۔